نومبر ۱۹۹۰ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

مغربی ممالک میں مقیم رفقاءِ تنظیم کے لیے لائحہ عمل

ڈیٹرائٹ (امریکہ) میں امیر تنظیم اسلامی کے خطاب کا دوسرا حصہ

یکے از مطبوعات

تنظیم اسلامی

بعثتِ انبیاء و رسل کا اساسی مقصد ——— اور
بعثتِ محمدؐی کی تمامی و تکمیلی شان ——— نیز
اِنقلابِ نبوی کا اساسی منہاج ———

ایسے اہم موضوعات پر:

——— ڈاکٹر اِسرار احمد ———

کی

حد درجہ جامع تصنیف

نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

کا مطالعہ کیجیے

اشاعتِ خاص (اعلیٰ سفید کاغذ مجلّد)	۲۵/- روپے
اشاعتِ عام (نیوز پرنٹ غیر مجلّد)	۸/- روپے

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

جلد: ۳۹
شمارہ: ۱۱
ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ
نومبر ۱۹۹۰ء
فی شمارہ -/۵
سالانہ زرِ تعاون -/۵۰

SUBSCRIPTION RATES OVERSEAS

U S A US $ 12/=
c/o Dr Khursid A. Malik
SSQ 810 73rd street
Downers Grove IL 60516
Tel : 312 969 6756

c/o Mr. Rashid A. Lodhi
SSQ 14461 Maisano Drive
Sterling Hgts MI 48077
Tel : 313 977 8081

CANADA US $ 12/=
c/o Mr. Anwar H. Qureshi
SSQ 323 Rusholme Rd # 1809
Toronto Ont M6H 2 Z 2
Tel : 416 531 2902

UK & EUROPE US $ 9/=
c/o Mr. Zahur ul Hasan
18 Garfield Rd Enfield
Middlessex EN 34 RP
Tel : 01 805 8732

MID-EAST DR 25/=
c/o Mr. M. Ashraf Faruq
JKQ P.O. Box 27628
Abdu Dhabi
Tel : 479 192 .

INDIA US $ 6/=
c/o Mr. Hyder M, D. Ghauri
AKQI 4-1-444, 2nd Floor
Bank St Hyderabad 500 001
Tel : 42127

K S A SR 25/=
c/o Mr. M. Rashid Umar
P O. Box 251
Riyadh 11411
Tel : 476 8177

JEDDAH (only) SR 25/=
IFTIKHAR-UD-DIN
Manarah Market,
Hayy-ul-Aziziyah,
JEDDAH.
TEL: 6702180

D.D./Ch. To, Maktaba Markazi Anjuman Khudam ul Quran Lahore.
U.B.L Model Town Ferozpur Rd Lahore.

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقامِ اشاعت: ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰ ۔ فون: ۸۵۶۰۰۳-۸۵۶۰۰۴
سب آفس: ۱۱- داؤد منزل نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت کراچی۔ فون: ۲۱۶۵۸۶
پبلشرز: لطف الرحمٰن خان طابع: رشید احمد چودھری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

عرضِ احوال ——— ۳

عاکف سعید

تذکرہ و تبصرہ ——— ۹

مغربی ممالک میں مقیم رفقاءِ تنظیم کے لیے لائحہ عمل

ڈیٹرائٹ (امریکہ) میں امیرِ تنظیم اسلامی کے خطاب کا دوسرا حصہ

نجومِ ھدایت ——— ۳۳

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

طالب الہاشمی

گناھوں کی حقیقت اور اثرات ——— ۴۱

زیرِ طبع کتاب کی قسطِ اوّل

ابوعبدالرحمٰن شبیر بن نور

لاھور کا جلسۂ عام ——— ۴۵

(۱) جلسہ ۔ لاہور میں تنظیم کے تعارف کا مؤثر ذریعہ، مرتب: محمد راشد

(۲) "تنظیم اسلامی کا جلسہ" دکھری ٹائپ" کا تھا'

جلسے کے بارے میں ہفت روزہ 'زندگی' کی رپورٹ

خطوط و نکات ——— ۵۷

امیرِ تنظیم کے خطاباتِ جمعہ کے پریس ریلیز ——— ۶۴

رفتارِ کار ——— ۶۹

(۱) امیرِ تنظیم کا سہ روزہ دورۂ کوئٹہ

(۲) حلقۂ وسطی پنجاب کے ماہانہ دعوتی دورے کی رپورٹ

انتخابی سیاست بمقابلہ انقلابی جدوجہد (ایک موازنہ) ——— ۷۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ احوال

پاکستان میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے الیکشنز کا مرحلہ بحمد اللہ بخیر و عافیت طے پایا۔ انتخابات سے قبل گوناگوں قسم کے خدشات ہر سوچنے سمجھنے والے پاکستانی کو پریشان کئے دے رہے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ خدشات بے بنیاد بھی نہیں تھے ' سیاسی کشیدگی اپنی انتہائی حدوں کو چھو رہی تھی ' ملک کی مختلف سرحدوں سے تخریب کاروں کی مسلسل آمد کی اطلاعات روزانہ کا معمول تھیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بھارت کی طرف سے کھلی جارحیت قریباً یقینی تھی۔ قرائن یہ بتاتے تھے کہ پاکستانی قوم کے لئے آخری سزا کا وقت شاید آن پہنچا ہے۔ لیکن یہ اللہ کے خصوصی فضل و کرم کا مظہر ہے کہ خطرات و خدشات کے اس بھنور میں سے قوم کی کشتی بحفاظت نکل آئی۔ تاہم سورۃ الانبیاء کی آیت ۱۱۱ "وَاِنۡ اَدۡرِیۡ لَعَلَّہٗ فِتۡنَۃٌ لَّکُمۡ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ" کے مصداق کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مزید مہلت جو ہمیں عطا ہوئی ہے کسی شدید تر آزمائش کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔ اتنی بات تو یقینی ہے کہ اگر اس مہلت سے کوئی حقیقی فائدہ نہ اٹھایا گیا اور ملک میں نظامِ اسلام کے قیام کی طرف کوئی مثبت ' ٹھوس اور واقعی پیش رفت نہ کی گئی تو ہم پر اللہ کی طرف سے حجت آخری درجے میں تمام ہو جائے گی اور ہم ' جو پہلے ہی خود کو عذاب الٰہی کا مستحق بنا چکے ہیں ہر نوع کی رُو رعایت کے استحقاق سے محروم ہو جائیں گے۔ پھر ہمارا جو حسرت ناک انجام ہو گا اس کے تصور سے ہی کپکپی طاری ہوتی ہے !

یہ وہ بات ہے جس کی طرف امیر تنظیم اسلامی نے اپنے حالیہ خطبہ جمعہ میں اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے یہ بات مفصل انداز میں حاضرین کے سامنے رکھی کہ مسلمانانِ پاکستان کے لئے نظام اسلام کے نفاذ کا یہ تیسرا سنہرا موقع ہے جو حالیہ انتخابات کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں فراہم کیا ہے۔ پہلا موقع ہمیں قیام پاکستان کے فوراً بعد حاصل تھا جب تحریکِ پاکستان کا جوش و جذبہ پورے عروج پر تھا اور ایک مثالی اسلامی معاشرے کے قیام کا خواب ہر پاکستانی دیکھ رہا تھا'

اس لئے کہ خود قائد اعظم کے الفاظ کے مطابق پاکستان کے قیام کا مقصد اسلام کے اصولِ حریت، اخوت اور مساوات پر مبنی ایک مثالی اسلامی معاشرے کا قیام تھا۔ پھر دوسرا سنہری موقع ۱۹۷۷ء کی نظامِ مصطفیٰ تحریک کے نتیجے میں ہمیں میسّر آیا تھا جب جوش و جذبے کے اعتبار سے تحریکِ پاکستان کی یاد تازہ ہو گئی تھی۔ اس موقع پر اسلامی نظام اگر بتمام و کمال نافذ کر دیا جاتا تو کسی کو چُوں کرنے کی مجال نہ ہوتی اس لئے کہ فضا پورے طور پر سازگار تھی ...... لیکن یہ دونوں مواقع ہم ضائع کر چکے ہیں۔ اس بحث سے قطع نظر کہ اس معاملے میں کس کا کتنا قصور ہے، حقیقت یہ ہے کہ کم و بیش پوری قوم اس جرم میں شریک ہے اس لئے کہ "ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ!" .... اور اب یہ تیسرا گولڈن چانس ہے جو قدرت نے ہمیں عطا کیا ہے ـــ دیکھنا یہ ہے کہ ہم بحیثیت قوم اِس خداداد موقع سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنی دنیا اور آخرت دونوں کے سنوارنے کا ذریعہ بناتے ہیں یا حسبِ سابق "اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے" کا نقشہ پیش کر کے "خَسِرَ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃَ" کا مصداق بننے کو ترجیح دیتے ہیں۔ سورۃ یونس کی آیت ۱۴ اس وقت ہم پر پورے طور پر صادق آتی معلوم ہوتی ہے کہ "ثُمَّ جَعَلۡنٰکُمۡ خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ لِنَنۡظُرَ کَیۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ"۔ (ترجمہ: "پھر ہم نے تمہیں زمین میں ان کا جانشین بنایا تاکہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو")

امیر تنظیم کا یہ خطاب مکمل صورت میں تو شاید آئندہ 'میثاق' کی زینت بن سکے گا، تاہم اس خطاب کا پریس ریلیز اسی شمارے میں شامل ہے۔ مزید بر آں ۲۶ اکتوبر کے خطابِ جمعہ کا پریس ریلیز بھی اسی پرچے میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اس خطاب میں امیر محترم نے انتخابات کے نتائج کے حوالے سے سیاسی معاملات پر قدرے کھل کر اظہار خیال کیا تھا، بالخصوص پیپلز پارٹی کے بارے میں اپنی رائے اس کے مقدمات و مبادی سمیت تفصیل سے بیان کی تھی۔ یہ خطاب مکمل شکل میں 'ندا' کے تازہ پرچے میں جس پر ۱۳ نومبر ۹۰ء کی تاریخ درج ہے، شامل ہے۔

☆☆☆☆☆

۴ اکتوبر ۹۰ء کو باغ بیرون موچی دروازے میں تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام جلسۂ عام بحمد اللہ حسبِ پروگرام منعقد ہوا۔ یہ جلسہ چونکہ بہت سے اعتبارات سے تنظیم کے لئے اپنی

نوع کا پہلا جلسہ تھا لہٰذا اس کی تیاری پر بھی خصوصی توجہ دی گئی تھی اور اب اس کی رپورٹ بھی خاصی تفصیل سے ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے۔ اس ضمن میں دو رپورٹیں زیرِ نظر شمارے میں شامل ہیں۔ ایک رپورٹ رفیقِ تنظیم محمد راشد صاحب کی مرتب کردہ ہے جس میں جلسے کی تیاریوں اور اس سے متعلقہ امور کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جبکہ دوسری رپورٹ میں جو ہفت روزہ 'زندگی' سے ماخوذ ہے' جلسہ عام کا آنکھوں دیکھا حال بڑے حقیقت پسندانہ اور متوازن انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یوں یہ دونوں رپورٹیں مل کر اس جلسے کی ایک مکمل تصویر قارئین کو مہیا کرتی ہیں ...... لاہور کے جلسے کے بعد کوئٹہ میں بھی جلسہ عام کا ایک پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ تنظیم اسلامی کوئٹہ کی جانب سے موصول شدہ جلسے کی بھرپور رپورٹ بھی اسی شمارے میں شامل ہے۔ رپورٹوں کی اس بہتات کے پیش نظر اگر اس شمارے کو 'رپورٹ نمبر' قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ تاہم یہ ایک استثنائی معاملہ ہے' ورنہ عام طور پر تنظیمی رپورٹیں 'میثاق' کے آٹھ دس صفحات سے متجاوز نہیں ہوتیں۔

☆☆☆☆☆

جماعت اسلامی کی تاریخ کے ایک تلخ اور ناخوشگوار واقعے کی تفصیلات پر مشتمل 'نقضِ غزل' کے زیرِ عنوان محترم ڈاکٹر صاحب کا ایک سلسلۂ مضامین سالِ رواں کے دوران 'میثاق' کے دو شماروں میں شائع ہوا تھا۔ پھر مختلف حلقوں کی جانب سے اِن مضامین پر ردّعمل اور اس ردّعمل پر محترم ڈاکٹر صاحب کا جوابی تبصرہ بھی 'میثاق' میں چھپ چکا ہے' اور اس طرح یہ بحث اپنی جملہ تفصیلات کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی ہے ...... قارئین نوٹ فرمالیں کہ اب ان تمام مضامین کو 'تاریخ جماعت اسلامی کا ایک گمشدہ باب' کے عنوان سے کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے اور اس طرح گویا اس گمشدہ باب کو تاریخ کے صفحات میں محفوظ کرنے کا سامان ہو گیا ہے۔ اس کتاب کا ایک تفصیلی اشتہار اسی شمارے میں قارئین کی نظر سے گزرے گا ...... اسی طرح 'امت مسلمہ کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل اور نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت' کے عنوان سے محترم ڈاکٹر صاحب کی ایک تازہ تالیف بھی حال ہی میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آ گئی ہے' جو نہ صرف یہ کہ امیر تنظیم کے دو اہم خطابات پر مشتمل ہے بلکہ اضافی طور پر مضمون کی مناسبت

سے تبلیغی جماعت کے اکابرین میں سے ایک نمایاں شخصیت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی کی ایک تحریر بھی اس کتابچے میں شامل ہے جنھوں نے بانیٔ تبلیغ مولانا الیاس رحمہ اللہ کے افکار کا نچوڑ اپنی تحریر میں پیش کیا ہے۔ مولانا موصوف کی اس تحریر سے محترم ڈاکٹر صاحب کے خطابات کے مندرجات کی مکمل تائید و تصویب ہوتی ہے۔ یہ کتابچہ انشاء اللہ رفقاءِ تنظیم کے لئے ایک قیمتی اثاثہ ثابت ہوگا۔

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تالیفات میں 'راہ نجات' نامی ایک کتابچہ سورۃ العصر کی تشریح و توضیح پر مشتمل ہے جو تنظیم اسلامی کے بنیادی لٹریچر میں شامل ہے۔ اس کتابچے میں شامل ایمان اور عمل کے باہمی تعلق کے بارے میں امیر تنظیم کی بعض تعبیرات کو بعض علماء محلِّ نظر گردانتے ہیں، تاہم بعض دوسرے علماء جو اول الذکر علماء ہی کے مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں، ان تعبیرات کو بالکل درست اور سلف کے مسلک کے مطابق قرار دیتے ہیں۔ تفصیلی بحث سے قطع نظر ذیل میں ہم قارئین اور رفقاء کی دلچسپی کے لئے اس کتابچے کے بارے میں مولانا یوسف بنوریؒ کے داماد مولانا محمد طاسین صاحب کی رائے نقل کر رہے ہیں جو علمی مجلس کراچی کے ناظم اور بلند پایہ محقّق ہیں۔ سطور ذیل میں مولانا کی اپنی تحریر کا عکس شائع کیا جا رہا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"راہِ نجات سورۂ والعصر کی روشنی میں" کے عنوان سے محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا کتابچہ بغور پڑھنے کا موقع ملا جو دراصل موصوف کی ایک اصلاحی تقریر پر مشتمل ہے جو انہوں نے داعیانہ اسلوب سے کالج کے اساتذہ اور طلبہ کے سامنے ارشاد فرمائی، چونکہ اِس تقریر کا موضوع قرآن مجید کی سورۃ والعصر تھا لہذا یہ سورۂ والعصر کی تفسیر بن گئی، اِس کو پڑھنے کے بعد میں اپنے علم و فہم کے مطابق یہی کہہ سکتا ہوں کہ بطور تفسیر اس میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ صحیح و درست ہے میں نے اس کے اندر کوئی غلط و قابل اعتراض بات نہیں پائی۔ اس میں بندے کی نجات کے لئے ایمان کے ساتھ عمل صالح کی اہمیت پر جو خاص زور دیا گیا ہے وہ خود قرآن حکیم کی سینکڑوں آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیسیوں احادیث سے پوری مطابقت رکھتا ہے۔ ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی نجات کے لئے ضروری ہے اس کا اظہار جس طرح قرآن مجید کی ان آیات سے ہوتا ہے جن میں ایمان کے ساتھ ضرور عمل صالح کا ذکر اور دونوں کے مجموعے پر جزاء

کا بیان ہے اس طرح اُن قرآنی آیات سے بھی بخوبی ہوتا ہے جن میں یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن یا آخرت میں جنت اور جہنم والوں سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے اُن اعمال کی جزاء ہے جو تم دنیا میں کرتے رہے تھے مثلاً یہ آیت : تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥ اور یہ آیت : اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥ اور یہ آیت اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ اور یہ آیت وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا. اور یہ آیت هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ اور یہ آیت ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥ اور یہ آیت وَلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥ اس قسم کی قرآنی آیات صاف بتلاتی ہیں کہ اُخروی جزاء و سزا کا دارومدار انسان کے اعمال پر ہے۔

میں محترم ڈاکٹر صاحب کی اس بات سے بھی پوری طرح متفق ہوں کہ جب دل میں ایمان اپنی صحیح شکل سے موجود ہو تو انسان سے نیک اعمال ضرور سرزد اور صادر ہوتے ہیں ان کے درمیان لازم و ملزوم کا سا تعلق ہے ایمان کی ماہیت اور فطرت میں صالح اعمال کا تقاضا موجود ہے گویا ایمان کی خارجی اور مبروحتی شکل کا نام اعمال صالحہ ہے اور یہ کہ اعمال صالحہ ایمان سے غیر متعلق کوئی الگ چیز نہیں۔

سورۂ والعصر کی تفسیر میں ڈاکٹر صاحب نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ عمل صالح کے بغیر ایمان کا کچھ اعتبار اور فائدہ نہیں یا یہ کہ بدعمل مومن یعنی فاسق ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور اس کے لئے کبھی نجات نہیں، اگر ایسا فرماتے تو ضرور گرفت ہو سکتی تھی لیکن اُن کی کسی عبارت سے ایسا ظاہر نہیں ہوتا اور اگر کسی عبارت میں دُور کا کچھ احتمال تھا تو وہ اُن کی وضاحت کے بعد ختم ہو گیا اب اس کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی میں سمجھتا ہوں لزوم اور التزام میں جو فرق ہے اس کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے اعتراض کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے۔ حررہ محمد طاسین

مجلس علمی کراچی

ابتدائی عربی گرامر خط و کتابت کورس کا اجراء

الحمد للہ کہ "قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی" نامی خط و کتابت کورس کے کامیاب تجربے کے بعد اب مرکزی انجمن خدام القرآن نے اللہ کی تائید و توفیق سے ابتدائی عربی گرامر خط و کتابت کورس کا اجراء کر دیا ہے۔

- اس ابتدائی کورس کے حصہ اوّل میں ٹیکسٹ بک کی ۴۴ مشقوں کے علاوہ ۲۵ اضافی مشقیں بھی شامل ہیں جو طلبہ کو مرحلہ وار بھیجی جائیں گی۔
- یہ کورس بنیادی طور پر انٹر پاس طلبہ کے لیے ہے۔ تاہم انٹر کی سند نہ رکھنے والے حضرات کو اُن کے ذاتی مطالعے اور قابلیت کی بنا پر داخلہ دیا جا سکتا ہے۔
- اندرونِ پاکستان کورس کے حصہ اوّل کی فیس مع ڈاک خرچ -/۲۰۰ روپے ہے۔

مزید تفصیلات کے لیے رجوع کیجئے: قرآن کالج لاہور، ۱۹۱۔ اے، اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

تنظیمِ اسلامی پاکستان کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے

آئندہ پروگرام

(۱)

سات روزہ تربیت گاہ — ۹ تا ۱۵ نومبر ۹۰ء

(۲)

آٹھ روزہ تربیت گاہ — ۲۱ تا ۲۸ دسمبر ۹۰ء

(۳)

ایک روزہ توسیعی مشاورت — ۷ جنوری ۹۱ء

تنظیمِ اسلامی کے طے شدہ مشاورتی نظام کے مطابق رفقاء کی آراء سے
استفادہ کی خاطر اس میں رفقاء کے لیے اظہارِ خیال کا موقع ہوگا۔

مذکورہ بالا تینوں پروگرام مرکزی دفتر تنظیمِ اسلامی پاکستان
۶۷۔ اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو، لاہور میں منعقد ہوں گے۔

(۴)

ہفت روزہ تربیت گاہ — ۱۵ تا ۲۱ فروری ۹۱ء

(۵)

سالانہ اجتماع — ۲۲ تا ۲۵ فروری ۹۱ء

{نوٹ: مؤخر الذکر دونوں پروگرام کراچی میں ہوں گے تفصیلات آئندہ میثاق میں شائع کر دی جائیں گی۔ (اِن شاء اللہ)}

مغربی ممالک میں مقیم

رفقاءِ تنظیم کے لیے لائحہ عمل

ڈیٹرائیٹ (امریکہ) میں رفقاءِ تنظیم اسلامی کے ایک خصوصی اجتماع میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب کا دوسرا حصہ

ترتیب وتسوید: حافظ خالد محمود خضر

شمالی امریکہ میں اسلامی انقلابی تحریک کے اس عبوری دور میں جو Integration درکار ہے' اس کے دوسرے تقاضے کے طور پر میں نے آپ کو وہ پانچ چیزیں گنوادی ہیں جو ہمیں تنظیم اسلامی کے اُن رفقاء سے مطلوب ہیں جو یہاں مقیم ہیں۔ اب میں اس Integration کا تیسرا پہلو آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ یعنی اس عرصے میں آپ کو وہاں سے کیا حاصل کرنا چاہیے۔

اِس ضمن میں پہلی بات یہ ہے کہ آپ میں سے جن حضرات کے لیے بھی ممکن ہو وہ پاکستان جاکر ہمارے ہاں دینی تعلیمی کورس میں داخلہ لیں اور ایک سال کا نصاب ضرور مکمل کریں۔ اس کے بارے میں آج ڈاکٹر عبدالفتاح نے تو یہ فرمایا کہ یہ قابل عمل نہیں' ناممکن ہے۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس پر غور کرنا چاہیے۔ یہ ہرگز ناممکن نہیں ہے' بس ذرا Determination کی ضرورت ہے ——— یہاں پر یہ جو ہفتے میں ایک یا دو کلاسیں ہو رہی ہیں اس سے عربی کے سیکھنے سکھانے میں کوئی ترقی نہیں ہو سکتی۔ آدمی اگر طالب علم کی حیثیت سے دو مہینے کے لئے بھی یکسو ہو کر بیٹھ جائے تو کچھ سیکھ سکتا ہے ورنہ یہ محض خود فریبی ہے کہ ہم پڑھ رہے ہیں۔ سالہا سال میں بھی ہفتہ میں

ایک کلاس اور ہفتہ میں دو کلاسوں سے کچھ نمایاں پیش رفت سامنے نہیں آتی۔ اب ظاہر بات ہے کہ یہاں سے لیڈر شپ کو ابھارنا ہے تو اس کے لئے آدمی تیار کرنا ہوں گے۔ نرا مولوی بھی انقلابی تحریک کی قیادت نہیں کرسکتا اور جدید تعلیم یافتہ آدمی جو براہ راست کتاب و سنت کے ساتھ ایک مس نہ رکھتا ہو اس کا اہل نہیں ہے۔ اس کے لئے مفتی اور بڑا عالم ہونا ضروری نہیں لیکن کتاب و سنت کے ساتھ براہ راست ربط و تعلق ضرور ہونا چاہئے۔ اگر یہ نہیں ہے تو یہاں کی اس تحریک کی قیادت کے تقاضے پورے نہیں ہو سکیں گے۔ آپ لوگ اس کے لئے محنت کریں' ارادہ کرلیں تو یہ ناممکنات میں سے نہیں ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت یہاں ہمارے چالیس کے قریب ساتھی تو موجود ہوں گے ان میں سے دو دو تین تین کرکے ایک ایک سال کے لئے وہاں پر آجائیں۔ ضروری نہیں کہ ہر وہ شخص جو وہاں آئے اس کے اندر اتنی صلاحیت بھی ہو کہ وہ قرآنی فکر کو اعلیٰ علمی سطح پر پیش کرسکے۔ جیسا کہ میں نے بارہا کہا ہے کہ ہم نے جو قرآن کالج کھولا ہے وہ ایک نرسری ہے۔ اس نرسری میں پچاس میں سے ایک شاید ایسا نکل آئے جو واقعتہً اس کام کو اپنے لئے پوری زندگی کا ایک پراجیکٹ بنالے اور "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ" کا مصداق بن جائے۔ ورنہ کم سے کم یہ تو ہوگا کہ وہ گریجویشن کرکے جائے گا تو عربی اور قرآن سے واقف ہوگا' جس شعبے میں بھی جائے گا کچھ نہ کچھ تو دین کا کام کرے گا۔ مقابلے کا امتحان پاس کرجائے تو اپنے ملک کو ہم ایک افسر تو ایسا دے دیں گے جو جہاں جائے وہاں پر درسِ قرآن دے سکے' خطبہ دے سکے اور نماز پڑھا سکے۔ لیکن یہ بات ثانوی درجے میں ہے ہمارے سامنے قرآن کالج کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ یہاں ایسے ذہین عناصر تیار کئے جائیں کہ جو جدید دور کی علمی سطح پر قرآن کی ہدایت کو پیش کرسکیں اور ظاہر بات ہے کہ یہ صلاحیت ہر شخص کے اندر نہیں ہوتی۔ ہوسکتا ہے کہ سو دو سو طلبہ اس میں سے گزریں تو شاید اللہ تعالیٰ ایک دانہ ہمیں ایسا بھی دے دے۔ یہ کام زیادہ بڑے پیانے پر ہوگا تو اس میں زیادہ باصلاحیت لوگ نکل بھی آئیں گے۔

یہاں سے آپ حضرات وقت نکال کر وہاں جائیں اور واپس آکر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کریں تو آپ کی صلاحیتیں نکھریں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ آدمی پڑھنے سے نہیں سیکھتا

بلکہ جب پڑھاتا ہے تو سیکھتا ہے' پھر وہ پالش ہوتا ہے۔ میرا جتنا بھی مطالعہ ہے اور قرآن کا فہم جو بھی کچھ مجھے حاصل ہے وہ مجھے درسِ قرآن کے ذریعے سے حاصل ہوا ہے۔ جب آدمی بیان کر رہا ہوتا ہے تو اس کے سامنے کئی مسائل آجاتے ہیں۔ درس کی تیاری کے دوران اس کے سامنے کئی ایسے سوالات آجاتے ہیں جن کا سامعین کی طرف سے اٹھائے جانے کا امکان ہوتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ درس میں صرف عام لوگ ہی نہیں ہوتے' کوئی صاحب فہم و علم بھی بیٹھا ہو سکتا ہے، وہ یہ سوال کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں میرا اپنا ذہن واضح ہونا چاہئے۔ تو پھر وہ درس کی تیاری کرتا ہے، تفاسیر دیکھتا ہے۔ میں اگرچہ زمانۂ طالب علمی سے درسِ قرآن دے رہا ہوں اور جمعیت طلبہ کے زمانے میں میرے درس کی شہرت ہو گئی تھی۔ اور پچیس برس سے تو مسلسل اسی کام میں ہوں لیکن اب بھی مجھے اپنے سلسلہ وار درس کے لئے جس میں ہم سورۃ المرسلات تک پہنچ چکے ہیں، بڑی تیاری کرنی پڑتی ہے اور مجھے اس کے لئے کافی وقت لگانا پڑتا ہے۔

"منتخب نصاب" کے دروس کا معاملہ مختلف ہے اُس کے دروس میں نے بارہا دیئے ہیں اور کسی وقت Off hand بھی ان مقامات کے درس دے سکتا ہوں کیونکہ اس کا صغریٰ کبریٰ' اس کا سارا مضمون میرے ذہن میں ایک ترتیب کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن دوسرے مقامات سے درس دینے کے لئے مجھے تیاری کرنا پڑتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی شخص کو قرآن حکیم کے بارے میں بغیر تیاری کے اپنی زبان کھولنے کی جرأت نہیں کرنی چاہئے۔ یہ اللہ کا کلام ہے' کوئی معمولی بات نہیں۔

لاہور میں جب ہم نے دو سالہ کورس شروع کیا تھا تو تنظیم کے بہت سے نوجوانوں کو اس میں بڑی مشکل سے بٹھانا پڑا۔ وہ آسانی سے دو سال لگانے کو تیار نہیں تھے۔ ان سے میں یہی کہتا تھا کہ آپ کے پاس فکر موجود ہے' لیکن پاؤں زمین پر ٹکے ہوئے نہیں ہیں' ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ آدمی دین کا کام کرنے اٹھے لیکن قرآن شریف صحیح طرح نہ پڑھ سکے یہ کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہیں حوالے کے لئے آیت پڑھے تو غلط طریقے سے پڑھ دے۔ جیسے کہ میں ISNA میں دیکھتا رہا ہوں کہ وہاں کے بڑے اہم آدمی بھی قرآن مجید کی آیات غلط پڑھ رہے تھے۔ اس پر ایک دم دھچکا سا لگتا ہے کہ یہ لوگ ایک مذہبی اور دینی کام کی

قیادت کر رہے ہیں اور ان کا حال بھی یہ ہے۔ چنانچہ جو شخص آسمان میں اُڑ رہا ہے تو اس کو کھینچ کر اس کی ٹانگیں زمین پر ٹکانا پڑیں گی کہ اب آپ تجوید بھی سیکھیں، عربی سیکھیں۔ صرف و نحو سیکھیں۔ یہ کام جو ہم نے وہاں پہ کیا ہے تو اللہ کا شکر ہے کہ وہ نتیجہ خیز رہا ہے ـــــــ اور جیسا کہ میں نے کئی مرتبہ کہا ہے کہ اب ہمارے پاس تیس پینتیس ایسے نوجوان موجود ہیں جن پر قرآن کا فکر بھی واضح ہے اور وہ پورے اعتماد کے ساتھ درس قرآن دے رہے ہیں۔ یہی کام اب یہاں کے رفقاء کو بھی کرنا ہوگا۔ یہ صورت حال کب تک چل سکتی ہے کہ میں ہی آؤں تو درس دوں، یا میرے ٹیپ سے درس سنوایا جائے؟ صرف ٹیپ سے وہ بات نہیں بن سکتی جو ایک رُوبرو درسِ قرآن میں ہوتی ہے۔ اس کے لئے بہرحال آپ کو پوری سنجیدگی سے سوچنا ہوگا اور اگر واقعتہً یہاں پر ایک اسلامی انقلابی تحریک شروع کرنے کا ارادہ ہے تو پھر آپ کو یہاں سے لوکل ٹیلنٹ ابھارنا پڑے گا۔ اس کے لئے آپ حضرات ہمارے ایک سالہ نصاب کے لئے وقت فارغ کریں۔ یہ ہرگز ناممکن نہیں ہے۔ آپ اس کے لئے آج ہی سے کوشش شروع کر دیجئے۔ آپ کی کوشش کو بار آور کرنا اللہ کا کام ہے۔ (السّعی منّا والاتمام من اللہ) تبلیغی بھائی کہا کرتے ہیں کہ بھائی ارادہ تو کرلو، نیت کرلو۔ جب آدمی نیت کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ حالات کو سازگار کر دیتا ہے۔ لیکن اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ یہ ناممکن ہے، ہو سکتا ہی نہیں ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر تو کوئی امکان ہی باقی نہیں رہے گا۔

بہرحال یہ کام آپ ہی کو کرنا ہے اور وہ لوگ جو زیادہ اہم ہیں ان پر اس سلسلہ میں زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ آپ بالکل نوجوانوں کو بھیج دیں گے تو یقیناً وہ مستقبل کا سرمایہ تو بن جائیں گے لیکن آپ کو فوری طور پر جس مقامی قیادت کی ضرورت ہے اس کا مسئلہ حل نہیں ہو سکے گا۔ وہ حضرات جو کافی عرصے سے تنظیم سے وابستہ ہیں، ذمہ داریاں بھی سنبھالے ہوئے ہیں ان میں سے اگر ایک سال لگا کر آجائیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑا Through-Break ہوگا۔ ہمارے عبوری دور کو زیادہ لمبا نہیں ہونا چاہئے اور اس کو ہمیں کم سے کم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ حضرات اس بارے میں سنجیدگی سے سوچیں۔

اس کے لئے آپ اپنی نئی نسل کے نوجوانوں کو بھی ہدف بنا کر اس رخ پر لگایئے۔ یہاں پر عام حالات تو یہی ہیں کہ "Casualty Rate" بہت زیادہ ہے اور اکثر و بیشتر نوجوان یہاں کے تہذیب و تمدن کے سیلاب میں بہہ جائیں گے لیکن بہت تھوڑے جو بچیں گے ان کے اندر وہ صلاحیت پیدا ہو جائے کہ پھر وہ کسی اسلامی تحریک کی قیادت کر سکیں۔ اور وہ اس ٹھوس علمی بنیاد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس کے لئے دو راستے ممکن ہیں۔ ہائی سکول کرنے کے بعد آپ کا یہاں کا نوجوان وہاں کے لئے فِٹ نہیں ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کی عمر اتنی ہو جاتی ہے کہ پھر وہ اپنے معاملات میں آزادی و خود مختاری سے فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ جو تجربہ ہوا ہے عبدالغفور صاحب کے بچے کا اس کے بعد میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہترین مثال ہے جو بن گئی ہے۔ یعنی بچہ یہاں سے 10 th Grade کر کے جائے، اُس وقت تک وہ بہرحال والدین کا کہنا بھی مانتا ہے۔ اور اس کے اندر اس درجے کی خود سری نہ کہئے تو خود مکتفی اور خود مختار ہونے کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ ان کا بچہ جب یہاں سے گیا تو وہ اردو سے بالکل نابلد تھا، لیکن اس نے چند ماہ تک اپنے کالج کے اردو کے استاد صاحب سے خصوصی وقت لے کر اردو پڑھی۔ اب اس کا ایک سال ہو گیا ہے اور اس نے سال اول کے امتحان میں کافی اونچی پوزیشن حاصل کی ہے۔ میں اپنے ہاتھوں سے اسے کئی پرائز دے کر آیا ہوں۔ حالانکہ وہ یہیں کا پڑھا ہوا تھا اور سوائے گھر میں معمولی بول چال کے اردو لکھ پڑھ نہیں سکتا تھا۔ تو آپ کے ایسے نوجوان اگر جائیں اور ایک سال ہی لگا کر آجائیں تو صرف یہی ہو گا کہ ان کا ہائی سکول ایک سال مؤخر ہو جائے گا۔ اگر بارہ سال میں ہو رہا ہے تھا تو تیرہ سال میں ہو جائے گا تو کچھ نہ کچھ قربانی تو یقیناً "دینی ہو گی، خواہ وہ بھی تھوڑا سا محسوس کرے کہ میرے کلاس فیلوز مجھ سے آگے نکل گئے اور میں ان سے پچھلے گریڈ میں بیٹھا ہوا ہوں۔ لیکن کچھ نہ کچھ قیمت دیئے بغیر تو کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ دوسری صورت جو اس سے بھی بہتر ہے وہ یہ ہے کہ آپ اسے گریجویشن وہیں سے کروالیں۔ تین سال وہ وہاں لگالے اور گریجویشن کرنے کے بعد وہ یہاں آئے۔ اس کے بعد آپ اسے یہاں ایم۔ اے کرائیں۔ اور ظاہر بات ہے کہ آپ کو اگر واقعتہً اسلامی انقلابی کام کرنا ہے تو علومِ عمرانی (Social Sciences) ہی کی طرف آپ کو جانا ہو گا۔ طبیعیاتی اور تکنیکی علوم کا انقلاب سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے کہ ان کا فکر اور سوچ

سے کوئی تعلق نہیں ۔ سائنسدان آپ کو بم بنا دیں گے لیکن بموں کا استعمال کون کرتے ہیں ؟

وہ تو سیاستدان ہی کرتے ہیں نا! سائنسدان بیٹھے بم بنا رہے تھے ہٹلر کے لئے ' جو امریکیوں کے ہاتھ آگیا اور انہوں نے وہ لے جا کر ہیروشیما پر گرا دیا۔ سائنس دان انقلاب نہیں لایا کرتا۔ سائنسدان کی ٹیکنالوجی سیاستدان کے کام آتی ہے۔ تو جب تک معاشیات ' سیاسیات اور عمرانیات وغیرہ کے اندر ہماری خاطر خواہ پیش رفت نہیں ہوتی اس وقت تک ہم دنیا کے فکر کا رخ نہیں بدل سکتے۔ ہمیں سائنس کا تو رخ نہیں بدلنا وہی سائنس ہم پڑھائیں گے۔ظاہر بات ہے کہ انجینئرنگ' کمپیوٹر سائنس یا میڈیکل سائنس میں اسلام نے کیا لا کر داخل کر دینا ہے ! اسلامی تعلیمات سے ذاتی طور پر سائنس دان کے اپنے کردار کی Orientation تو ہو سکے گی 'اس کے سوا نہیں۔

اس معاملے میں ہمیں بڑی مشکل یہ پیش آرہی ہے کہ علوم عمرانی کی طرف لوگ جاتے ہی نہیں ۔ آج بھی چند نوجوان طلباء جو یہاں آئے تھے ' یہ کہہ رہے تھے کہ یونیورسٹیوں میں ہمارے جتنے طلبہ بھی عمرانی علوم کی طرف جاتے ہیں وہ ملحد اور Leftist ہو جاتے ہیں۔ اور یہاں ہمارے پاس ابھی مقابلہ کرنے کے لئے وہ مواد نہیں ہے کہ ہم انہیں بچا سکیں۔تو اگر کوئی شخص قرآن کالج میں رہ کر وہاں سے فلسفہ 'سیاسیات یا معاشیات کے ساتھ گریجویشن کرتا ہے اور پھر یہاں آکر ان چیزوں میں کسی کو Follow کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ جو ایک فکری انقلاب کی بات جس پر میں نے 'اسلام کی نشأۃِ ثانیہ' میں تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے 'شاید اس مہم کے لئے کچھ نوجوان تیار ہو سکیں۔ آپ کی دوسری نسل میں میں نے اس کے آثار دیکھے ہیں اگر وہ بھی انجینئرنگ اور کمپیوٹر سائنس وغیرہ میں لگ گئے تو وہ زیادہ سے زیادہ Activist ہو سکتے ہیں۔ کچھ حرکت 'بھاگ دوڑ اور تنظیم کر لیں گے۔ لیکن وہ اس قابل نہیں ہوں گے کہ فکری میدان کے اندر انسانی ذہن کو نئے رخ پر ڈال سکیں 'اس کے فکری بہاؤ کو تبدیل کر سکیں۔

تو پہلا کام یہ ہے کہ آپ ایک سالہ کورس سے خود فائدہ اٹھائیں اور اپنے بچوں میں سے 10TH GRADE کے بعد کم از کم ایک سال ورنہ تین سال کے لیے قرآن کالج میں

بھیجئے۔ تاکہ وہ گریجویشن وہاں کر کے آجائیں۔ اس کے لئے آپ محنت کریں' اس کے اندر میری بہت توانائی صرف ہوئی ہے۔ قرآن اکیڈمی اور قرآن کالج کی ایک ایک اینٹ جو لگی ہے وہ آخر ہماری محنتوں کا ہی تو ثمرہ ہے۔ ہمارے پاس کسی حکومت سے تو پیسے نہیں آئے۔ وہی ہمارا حلقہ ہے' وہی ہمارے سپورٹرز ہیں' وہی ہمارے ہم خیال معاونین ہیں جن کے تعاون سے سب کچھ بنا ہے۔ اب بھلا ہم اس سے فائدہ نہ اٹھائیں اور یہاں کے جو ہمارے رفقاء ہیں وہ اس سے استفادہ نہ کریں۔ یہ نوٹ کر لیجئے کہ اگر آپ واقعی سنجیدہ ہوں کہ یہاں پر صحیح معنوں میں ایک اسلامی انقلابی تحریک شروع کرنی ہے تو یہ ہماری ضرورت نہیں' آپ کی ضرورت ہے۔ ہم تو اس کے ساتھ تعاون کریں گے۔ ہم نے یہ ادارہ قائم کیا ہے کہ آپ اپنے بچے کو وہاں بھیجئے۔ قرآن اکیڈمی اور قرآن کالج میں بحمد اللہ ایک دینی ماحول ہے۔ اس کے علاوہ وہاں انتہائی محنت' لگن اور سنجیدگی سے بچوں کو پڑھایا جا رہا ہے۔

دوسرے اداروں میں تو آئے دن کلاسوں کا بائیکاٹ اور ہڑتالیں ہوتی رہتی ہیں۔ ہمارے ہاں اس کا اہتمام کیا جا رہا ہے کہ اس رجحان کا سایہ بھی وہاں نہ پڑے۔ اگرچہ ہمارے پاس ابھی ٹیلنٹ نہیں آرہا' بلکہ اکثر و بیشتر مسترد مال آرہا ہے' لیکن ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہم اچھے نتائج دکھا سکیں۔ اور اس طرح شاید ہمیں مواد بھی بہتر مل سکے۔

دوسرا کام جو ہم آپ کے لئے اس عبوری دور میں کر سکتے ہیں وہ میری یہاں کی آمد ہے۔ اس کے ضمن میں کئی چیزیں ہیں جو قابل غور ہیں اور جن کے بارے سوچ بچار ہونا چاہئے۔ پہلی بات یہ کہ میری آمد کتنے وقفے سے ہو اور اس کی میعاد کیا ہو۔ اس معاملے میں یہاں آپ کی رائے وہاں کی جو ہماری مجلس شوریٰ ہے اس کی رائے سے باہم ہم آہنگ ہونی چاہیے۔ یہ نہیں کہ بس میرے پاس ایک دعوت آگئی ہے' فون آگیا ہے تو میں فیصلہ کر رہا ہوں اور دوسرے رفقاء اس سے بے خبر ہیں۔ یہ صورت حال ختم ہونی چاہئے تاکہ میری آمد باقاعدہ ہو اور اس کی میعاد اور دورانیہ بھی معیّن ہو۔ دوسرے یہ کہ میرے یہاں اوقات کے مصرف کے ضمن میں میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ آپ حضرات کے مابین بھی آراء کا خاصا تنوّع اور اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر ایک رائے جو ڈاکٹر عبدالفتاح صاحب نے پیش فرمائی ہے وہ مجھے خاصی صائب اور قابل عمل محسوس ہوئی ہے کہ میرے ان دوروں کو توسیعی

مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے۔ یعنی آپ نے کسی جگہ پر کوئی ٹارگٹ بنا کر کام کیا ہے' جیسا کہ خود انہوں نے سینٹ لوئس یا سیراکیوز غیرہ میں کام کیا ہے۔ پہلے خود دو چار دورے کئے ہیں' تقریریں کی ہیں' لوگوں سے گفتگوئیں ہوئی ہیں اب ایسی جگہ پر میرا جانا ہو تاکہ ان لوگوں کے ساتھ رابطہ ہو۔ اس ذریعے سے شاید وہاں کے کچھ لوگ تنظیم میں شامل ہو جائیں۔ اس پر آج گفتگو ہوئی تھی اور میں نے کہا تھا کہ اس کا لازمی تقاضا پھر یہ ہونا چاہئے کہ وہاں میرا جو بھی وقت ہو وہ پھر پبلک ایڈریس میں نہ لگے۔ اس لئے کہ اس صورت میں پھر رابطہ کرنے کا نہ میرے پاس وقت ہوتا ہے نہ اُن کے پاس ہوتا ہے۔ وہاں ان کے پاس بھی وہی Week end ہی ہوتا ہے۔ اس میں اگر وہاں میری تقریریں ہو گئیں تو وہ لوگ بھی اسی کی بھاگ دوڑ میں رہیں گے' تیاری کریں گے' دو ورقے چھاپیں گے۔ الغرض ان کا ذہن ادھر لگا رہے گا اور ساری توانائی اسی پر صرف ہو جائے گی۔ عملاً" یہی ہوگا۔ کیونکہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ میں چھ دن مزید وہاں بیٹھا رہوں اور اگلے ویک انڈ کا انتظار کروں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ حضرات کی یہاں شوریٰ بن جائے وہ باہمی مشورے سے ان تمام چیزوں کو طے کرے۔ ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ جہاں بھی کام کر رہے ہوں' جہاں بھی آپ کا نیا ربط قائم ہوا ہو' کوشش یہ کی جائے کہ وہاں کے لوگوں کو کسی کیمپ میں لایا جائے اور وہاں پر بھی تقریریں کم ہوں بلکہ گفتگو' سوال و جواب اور باہمی تبادلہ خیالات سے ربط و تعلق کو مستحکم کیا جائے اور انہیں تنظیم کے قریب لایا جائے۔ یہ آپ لوگوں کے سوچنے کی باتیں ہیں لیکن میرے نزدیک لائق ترجیح ہے۔ فرض کیجئے کہیں آپ کا رابطہ قائم ہوا ہے۔ آپ چار دفعہ سیراکیوز یا سپن فیلڈ گئے ہیں' وہاں سے آپ نے چار چھ حضرات سے رابطہ کیا ہے۔ اب آپ انہیں کیمپ کے لئے تیار کرتے رہیے۔ اور یہ پہلے سے معیّن ہونا چاہئے کہ اس مہینے فلاں جگہ پر ہمارا دس دن کا یا آٹھ دن کا کیمپ لگے گا اور آپ کی ساری محنت اس پر ہونی چاہئے کہ وہ وہاں آجائیں۔ پھر وہاں پہ اس کیمپ کے پروگراموں سے ہر ممکن فائدہ اٹھایا جائے۔

(۳)=۔ میرے سامنے ایک اور چیز بھی ہے۔ آپ کی پچھلی میٹنگ کے منٹس سے بھی یہ بات سامنے آئی کہ اس پر بحث ہوئی ہے کہ انگریزی میں میرا منتخب نصاب کا درس ریکارڈ کیا جائے یا دورۂ ترجمہ قرآن کا اہتمام ہو۔ جہاں تک انگریزی میں دورۂ ترجمۂ قرآن کا تعلق ہے اس کے

لئے ابھی میری طبیعت آمادہ نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ بہت ہی مشکل کام ہے اور میں اپنے آپ کو اس کے لئے تیار نہیں پارہا۔ پھر اس کے لئے دراصل جو فضا مطلوب ہوتی ہے وہ صرف رمضان المبارک میں میسر آتی ہے۔ یہ ایک خاص روحانی فضا ہوتی ہے جو رمضان المبارک کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں آپ کو نہیں مل سکتی۔ اس ماہ مبارک میں دین کے کام کے لئے انسان کی توانائیاں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ مزید برآں اس کے لئے پوری رات جاگنے کا جو معاملہ ہوتا ہے وہ یہاں بڑا مشکل ہے کہ لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ اور چار چھ آدمی اگر جمع ہو بھی جائیں تو ان کے سامنے گفتگو کرتے ہوئے طبیعت کے اندر وہ جولانی نہیں آتی۔ یہ صحیح حقائق ہیں جو اس اعتبار سے میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں اپنی جگہ میرا یہ فیصلہ ہے کہ جب تک بھی جان میں جان ہے میں ان شاء اللہ کوئی رمضان نہیں چھوڑوں گا جس میں دورۂ ترجمۂ قرآن نہ کروں۔ کہیں نہ کہیں ضرور کروں گا' اس لئے کہ اس سے خود مجھے بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ ہر مرتبہ نئی چیزیں دورۂ ترجمۂ قرآن کے دوران ملتی ہیں جن کی طرف اس سے پہلے میرا ذہن نہیں گیا ہوتا۔ اس دفعہ میرا ارادہ ہے کہ ۱۹۹۱ء میں جو رمضان آرہا ہے وہ ان شاء اللہ حیدر آباد دکن میں گزاروں گا۔ لیکن انگریزی میں ترجمہ قرآن کے لئے نہ تو میں حالات کو سازگار سمجھتا ہوں اور نہ ہی اپنی طبیعت کو آمادہ پاتا ہوں۔ ڈاکٹر خورشید ملک صاحب اس کے لئے بہت زور دیتے رہے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے اس کا وعدہ بھی کرلیا تھا لیکن میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ جب سپین میں میری ان سے ملاقات ہوئی تو یہ بھی اپنی جگہ یہ سوچ چکے تھے کہ یہ قابل عمل اور ممکن العمل نہیں ہے ـــــ اور میں اپنی جگہ ڈر رہا تھا کہ میں کیسے ان سے اجازت لوں گا کہ میں اپنے اس ارادے کو منسوخ کر رہا ہوں لیکن ع "متفق گردید رائے بوعلی با رائے من!" کے مصداق ہماری آراء باہم متفق ہو گئیں تو مجھے اطمینان ہوا۔

البتہ منتخب نصاب کا جو معاملہ ہے وہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ چونکہ ہماری اس دعوت اور انقلابی تحریک کے اعتبار سے اس کا اصل نقطہ ء آغاز ہے اور فرائض دینی کا ایک واضح اور جامع تصور اس کے حوالے سے سامنے آتا ہے' لہٰذا اس کا درس انگریزی میں ریکارڈ ہو جانا چاہئے۔ اس کی عملی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کوئی ایسا کیمپ منعقد کریں کہ وہاں کچھ لوگ مستقل شریک ہوں۔ روزانہ دن میں تین درس ہو جائیں' تاکہ منتخب نصاب کم سے کم

نصف تو ایک دفعہ میں ہو جائے اور بقیہ نصف دوسری دفعہ میں۔ جیسے میں نے ٹورنٹو میں اردو میں دروس دیئے تھے۔ اور میں نے یہ بار کہا ہے بلکہ "دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر" نامی کتاب میں لکھا بھی ہے کہ ہمارا آڈیو کیسٹ کا سب سے بہتر نظام وہی تھا جو سمیع اللہ خان صاحب نے ٹورنٹو میں ۱۹۷۹ء اور ۱۹۸۰ء کے جو ٹیپ تیار کئے تھے اور نامعلوم وہ دنیا میں کہاں کہاں پہنچے ہیں۔ جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا تک پہنچے ہیں۔ اور حیدر آباد دکن میں بھی انہی کے ذریعے سے رابطہ قائم ہوا تھا۔۔ اور ویڈیو کا سب سے بہتر معاملہ وہ تھا جو ابوظہبی میں میرے نو ویڈیو کیسٹ تیار ہوئے وہ بھی دنیا میں بہت پھیلے ہیں۔ اس میں بھی میں نے یہ کیا تھا درمیان میں Gaps چھوڑ دیا گیا تھا۔ پہلے حصے میں سے دو درس لے لئے۔ دوسرے حصے میں سے دو درس لئے۔ پھر تیسرے میں سے دو لے لئے۔ اور اگلے سال آکر پھر وہ خلا پر کئے تھے۔ اب بھی یہ ہو سکتا ہے کہ دو سال میں اس طرح کا ہمارا ایک کیمپ ہو جائے جس میں انگریزی میں منتخب نصاب کے دروس مکمل ہو جائیں۔ یہ کیمپ اگر کسی بڑے شہر میں ہو تو شام کے دروس میں لوگوں کی عمومی شرکت بھی ہو سکتی ہے۔ باقی اس کی تفاصیل آپ لوگ طے کر سکتے ہیں۔ یہ چند باتیں میں نے آپ حضرات کے سامنے رکھ دی ہیں۔ اس عبوری دور میں ہماری جو رفتارِ کار اس وقت ہے اگر ہم اس کو تیز کرنا چاہتے ہیں اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہاں کی تنظیم کو خود مکتفی بنانے کے لئے جلد سے جلد اس کے تقاضے پورا کرنے کی صورت ہو جائے تو یہ تین کام کرنا ہوں گے، جو مشکل نہیں ہیں۔

آخری بات کہہ رہا ہوں کہ یہ جو ایک شکل ہے کہ یہاں پر میں موجود نہیں ہوں اور میں کسی ایک شخص کو امیر مقرر کرتا ہوں۔ میں یہاں کے تمام رفقاء کے تفصیلی حالات سے واقف نہیں ہوں۔ اس اعتبار سے ڈسپلن کا معاملہ ایک مشکل معاملہ ہے۔ ایک ڈسپلن تو یہ ہے کہ براہ راست مجھ سے ہی بیعت کی اور میں بھی وہاں موجود ہوں۔ میری ہی بات ان کے سامنے آرہی ہے اور وہ اس پر لبیک کہہ رہے ہیں۔ لیکن یہاں کا معاملہ مختلف ہے۔ یہاں جو بھی امیر ہے وہ "BY P ROXY" ہے۔ وہ اس اعتبار سے امیر نہیں ہے کہ اس کی دعوت پر یا اس کے فکر سے اتفاق کرتے ہوئے کچھ لوگ اس کے گرد جمع ہوئے ہوں۔ تو یہ ایک خلا موجود ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک دوسرا خلا یہ ہے کہ یہاں پر اگر کسی ساتھی کو مقامی امیر سے

کوئی شکایت ہو جاتی ہے تو اس صورت میں وہ کیا طریق کار اختیار کرے۔ ہمارے ہاں ابھی یہ Channels بھی لوگوں کے سامنے صحیح طور پر نہیں آئے ہیں۔ اگر کسی ساتھی کو مقامی امیر سے شکایت ہے تو وہ اپنی شکایت امریکہ کے امیر کو پہنچائے اور اس طرح یہ معاملہ طے ہونا چاہئے۔ لیکن فرض کیجئے کہ اگر کسی کو امریکہ کے جو امیر ہیں ان سے اختلاف ہو جاتا ہے تو کیا ہو؟ اختلاف تو کسی کو مجھ سے بھی ہو سکتا ہے لیکن تنظیم میں مجھ سے اوپر تو کوئی کورٹ آف اپیل ہے نہیں' لہذا ظاہر بات ہے کہ آدمی کو سوچنا پڑے گا کہ اگر تو وہ مجھے برداشت کر سکتا ہو تو تنظیم میں رہے گا ورنہ سلام کر کے رخصت ہو جائے گا۔ لیکن اس صورت میں کہ یہاں جنہیں امیر بنایا گیا ہے ان سے کسی رفیق کو کوئی شکایت ہو گئی ہے تو یہ معاملہ مرکز کے حوالے کر دیجئے اور جب تک یہ بات صحیح طور پہ مجھ تک نہ پہنچ جائے اور میں اس کا کوئی فیصلہ نہ کروں اس وقت تک اس رفیق کو تنظیم میں رہنا چاہئے۔ لیکن اس پر سے یہاں کے لوکل ڈسپلن کی پابندی عارضی طور پر ہٹالی جائے تاآنکہ میری یہاں آمد پر ان سے بات چیت ہو۔ اس لئے کہ جب کوئی شخص غصے میں آکر ایک دفعہ استعفاء دے دیتا ہے تو پھر اس کی وابستگی کو دوبارہ بحال کرنا مشکل ہو جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہاں کی 'By Proxy' امارت کی وجہ سے یہ دو خصوصی شرائط ضروری ہیں جن کے لئے ہمیں خصوصی Adjustment کرنی چاہئے۔

آل امریکہ تنظیم کی امارت کے ضمن میں میں چاہتا ہوں کہ اس کا معاملہ ہم سال بہ سال طے کیا کریں۔ یہ نہیں کہ اسے ہر سال لازماً تبدیل کرنا ہے' بلکہ سمجھا جائے کہ ہمیں اس کا دوبارہ جائزہ لینا ہے۔ ہو سکتا ہے اس عرصے میں کوئی اور ساتھی ایسے سامنے آجائیں جو اس کے لئے زیادہ صلاحیت رکھنے والے ہوں۔ یا یہ کہ کچھ رفقاء کی طرف سے عدم اطمینان کی بات سامنے آجائے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں یہ معاملہ دو طرفہ چلنا چاہئے۔ ایک تو یہ کہ آل امریکہ تنظیم کی امارت کی مدت کم ہونی چاہئے۔ ایک سال ہو یا دو سال' اس کا فیصلہ تفصیل سے کیا جا سکتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ اگلے سال اسی کا تسلسل برقرار رکھا جائے اور اس سے اگلے سال بھی اسی کو جاری رکھا جائے' لیکن یہ ذہن میں رہے کہ اس کا ازسرنو جائزہ لیا جانا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگلے سال کسی اور کی ذمہ داری ہو جائے۔

دوسرے یہ کہ جن کو بھی میں نے یہاں ذمہ دار بنادیا ہو ـــــ اس وقت وہ خورشید ملک صاحب ہیں، کل کوئی اور ہوسکتے ہیں یوں نہ سمجھئے کہ میں ذاتی طور پر ان کے بارے میں کوئی بات کہہ رہا ہوں ـــــ اگر ان سے کوئی شکایت ہو جائے اور ان کے بارے میں آپ یہ محسوس کریں کہ ان کا یہ طرز عمل ہماری تنظیم کے لئے نقصان دہ ہے تو اس کو مجھ تک پہنچانے میں کوئی حجاب اور ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں۔ یہ غیبت نہیں ہوگی اس لئے کہ غیبت وہ ہوتی ہے جس میں آپ کی نیت کسی شخص کی شہرت کو نقصان پہنچانے کی ہو، لیکن تنظیمی ضرورت کے طور پر یہ بات کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ آپ نے نظام العمل میں پڑھا ہے کہ اس کے لئے ہم نے راستے (Channels) معین کردیئے ہیں۔ پہلے تو آپ خود اس شخص سے گفت و شنید کیجئے جس سے آپ کو شکایت ہے۔ ہوسکتا ہے وہ اپنی پوزیشن واضح کردے اور آپ مطمئن ہو جائیں ـــــــــــــــــــ لیکن اگر اس کے بعد آپ کا اطمینان نہیں ہوا تو بالائی نظم سے رابطہ کریں۔ فرض کریں کہ آپ کو اسرہ کے نقیب سے شکایت ہے تو مقامی امیر سے بات کریں، وہ اگر اس معاملے کو طے نہ کرسکیں تو آپ اسے امریکہ کے امیر کے سامنے رکھیں۔ تو اسے 'Through Proper Channel' ہونا چاہئے، ہم یہ کرتے ہیں کہ آپس میں گفتگوئیں کرنا شروع کردیتے ہیں اور جو اصل 'پراپر چینل' ہے اس کو اختیار نہیں کرتے یا پھر بعض لوگوں کے اندر لحاظ اور مروّت کا مادہ اتنا آجاتا ہے کہ وہ بات کو غلط سمجھتے ہوئے بھی اسے بیان نہیں کرتے۔ کسی ذمہ دار ساتھی کا غلط طرز عمل ان کے سامنے آتا ہے لیکن وہ سوچتے ہیں کہ ایسی باتوں کا بیان کرنا اچھا نہیں لگتا۔ ـــــ یہ میرے نزدیک تنظیم کے اعتبار سے مہلک ہے۔

اس لئے کہ ایک شخص جو تنظیم کی کسی ذمہ داری کو سنبھالے ہوئے ہے اگر اس کے کسی طرز عمل سے، کسی اقدام سے تنظیم کو کوئی نقصان پہنچ رہا ہے تو تنظیم کی خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ اسے مجھ تک پہنچائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر عبوری دور کے درمیان جو بُعد ہے اس کی وجہ سے جو بے اطمینانی پیدا ہوسکتی ہے اسے آپ ان دونوں چیزوں کے ذریعے سے ختم نہ بھی کرسکیں تو کم سے کم ضرور کرسکتے ہیں۔

اقول قولی ہذا و استغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات

جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے موضوع پر
قرآن حکیم کی جامع ترین سورۃ
سُورۃ الصَّف

(۳)

نبی اکرمؐ کے مقصدِ بعثت کی تعیین

اَحْمَدُہٗ وَاُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ـــ اَمَّا بعد:
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ
عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

سورۃ الصف کی یہ آیت (یعنی آیت ۹) جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے، باعتبارِ مضمون اس سورۂ مبارکہ کی مرکزی آیت ہے۔ اسی سے اس سورۃ کا عمود معیّن ہوتا ہے۔ یہ بات بھی عرض کی جا چکی ہے کہ اس آیۂ مبارکہ کا بڑا اور مرکزی حصہ جوں کا توں قرآن مجید میں تین مقامات پر وارد ہوا ہے۔ اس تکرار اور اعادے سے دراصل اس مضمون کی اہمیت کی جانب رہنمائی ہوتی ہے۔ یقیناً قرآن مجید میں بعض الفاظ یا مضامین کا بار بار آنا اُن کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔ اس آیۂ مبارکہ کو امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "اِزالۃُ الخَفاء عن خِلافۃِ الخُلفاء" میں قرآن کریم کی اہم ترین

آیات میں سے شمار کیا ہے۔ بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصدِ بعثت کے تعین میں اس آیۂ مبارکہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مولانا عبیداللہ سندھی نے اسے "اسلامی انقلاب" کے لیے عنوان قرار دیا تھا۔ بعض حضرات نے یہ بات نقل کی ہے، اگرچہ میں خود اس کی تصدیق نہیں کر پایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس آیۂ مبارکہ کو پورے قرآن مجید کے لیے بمنزلۂ عمود قرار دیا ہے۔ اور اس میں تو ہرگز کوئی شک نہیں کہ سیرتِ محمدیؐ کو سمجھنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کارنامۂ حیات کا صحیح صحیح اندازہ (ASSESS) کرنے کے لیے کہ آپؐ کی عملی جدوجہد کن مراحل میں سے ہو کر گزری، کہاں سے سفر شروع ہوا اور کہاں ختم ہوا، اِس آیت کا سمجھنا ناگزیر ہے۔ اس لیے کہ واقعہ یہ ہے کہ سیرتِ نبویؐ کو سمجھنے میں لوگوں نے بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ حضورؐ کو اگر صرف دوسرے انبیاء پر قیاس کیا جائے تو بہت سی چیزیں سمجھ میں نہیں آتیں۔

مستشرقین کی کوتاہ فہمی

مستشرقین نے بالخصوص اس معاملے میں بڑا دھوکہ کھایا ہے۔ اُن کے سامنے نبوّت و رسالت کے آئیڈیل حضرت مسیح یا حضرت یحییٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ان کی زندگی میں کسی قتال یا جنگ کا سراغ نہیں ملتا۔ چنانچہ مغربی مفکرین اور مستشرقین کو جنگ و قتال کا معاملہ منصبِ رسالت سے بڑا ہی متصادم نظر آتا ہے۔ وہ اِن دونوں کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے ہیں۔ مشہور مؤرخ ٹائن بی کا یہ جملہ بہت مشہور ہے:

"MOHAMMAD FAILED AS A PROPHET BUT SUCCEEDED AS A STATESMAN"

اُن کے نزدیک حضورؐ کی زندگی کا جو نقشہ مکّی دور میں سامنے آتا ہے صرف وہی نبوت و رسالت سے مطابقت رکھتا ہے جبکہ وہاں سے آپؐ کو ہجرت کرنا پڑی۔ گویا ان کے خیال میں بحیثیتِ نبی اور رسول آپؐ ناکام ہو گئے۔ (معاذ اللہ)۔ اس کے برعکس مَدنی دَور کا جو نقشہ ان کے سامنے آتا ہے اس میں انہیں آنحضورؐ ایک حکمران، ایک مدبّر، ایک سیاست دان اور ایک سپہ سالار کی حیثیت میں نظر آتے ہیں اور اس پہلو سے وہ دیکھتے ہیں کہ آپؐ کامیابی کی انتہاؤں کو چھو رہے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ کون اندھا ہوگا کہ جس کی نگاہیں آپؐ کی عظمت کے احساس سے جھک نہ جائیں کہ کامیابی گویا اپنے آخری اور تکمیلی درجے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے قدم چومتے نظر آتی ہے۔ لیکن یہاں مغربی مؤرخین اور مستشرقین نے یہ گرہ لگادی کہ یہ کامیابی بحیثیت STATESMAN تھی بحیثیت نبی نہیں تھی۔ اسی مغالطے کو پیدا کرنے کے لیے سر منٹگمری واٹ نے سیرت نبویؐ پر جو کتاب لکھی اُسے دو حصّوں میں تقسیم کیا: (۱) 'MOHAMMAD AT MECCA' (۲) 'MOHAMMAD AT MADINA'۔ اور اس طرح اس نے مکّی اور مدنی دور کے ظاہری تضاد کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ حضورؐ کی تعریف میں اس نے کہیں بخل سے کام نہیں لیا۔ بلکہ اس نے نبی اکرمؐ کو نسلِ آدم کے عظیم ترین افراد میں شمار کیا ہے۔ آپؐ کے تدبّر، آپؐ کی فراست، آپؐ کی معاملہ فہمی، آپ کی پیش بینی، آپؐ کی دُور اندیشی، ان تمام اعتبارات سے اُس نے آپؐ کی صلاحیتوں کا لوہا مانا ہے اور آپؐ کی تعریف میں وہ آخری حد تک چلا گیا ہے۔ لیکن ہم لوگ بھول جاتے ہیں کہ اِس مٹھاس کے اندر اُس نے بڑے لطیف پیرائے میں ایک زہر بھی شامل کردیا ہے۔ وہ زہر یہی ہے کہ وہ لوگ یہ تصوّر دینا چاہتے ہیں کہ آپؐ کی یہ تمام کامیابیاں ایک سیاست دان اور ایک مدبّر کی حیثیت سے تھیں، نبی کی حیثیت سے نہیں تھیں۔ یہ سارا مغالطہ اِسی بنیاد پر ہے کہ ختمِ نبوّت اور تکمیلِ رسالت کے لازمی اور منطقی تقاضے کو نہیں سمجھا گیا۔ اس اعتبار سے حقیقت یہ ہے کہ سیرتِ محمدیؐ کے صحیح فہم کے لیے یہ آیۂ کریمہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

رسولِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم

اس تمہید کے بعد اب ذرا اس آیۂ مبارکہ کے ایک ایک لفظ پر غور کیجیے! "هُوَ الَّذِىٓ" وہی ہے وہ ـــــ یہاں اشارہ ہے ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف۔ اس لیے کہ سورۃ الصف میں جو آیت اِس آیت سے متصلاً قبل وارد ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ "يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝" (ترجمہ) "یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا۔ خواہ یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو"۔ اس پہلو سے جب 'هُوَ' سے اگلی آیت شروع ہوئی تو متعیّن ہوگیا کہ اس سے مراد ہے ذاتِ باری تعالیٰ! ـــــ آگے چلیے! "اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ" (وہی ہے اللہ، جس نے بھیجا اپنے رسول کو، صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ ظاہر بات

ہے کہ یہ ذکر ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ عربی زبان میں 'اَرْسَلَ' 'یُرْسِلُ' 'اِرْسَالاً' کا مفہوم ہے بھیجنا۔ کسی کو ایلچی بناکر، سفیر بناکر یا پیغامبر بناکر بھیجنا۔ یہاں آنحضورؐ کے لیے یہ لفظِ 'رسول' جس شان اور جس کیفیت کے ساتھ آیا ہے اس کے حوالے سے یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ مختلف انبیاء و رسل کے اسماء کے ساتھ ان کی بعض خصوصی نسبتوں کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً حضرت آدمؑ کے ساتھ 'صفی اللہ' کے الفاظ معروف ہیں۔ اسی طرح حضرت نوحؑ کو نجی اللہ، حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ، حضرت اسماعیلؑ کو ذبیح اللہ، حضرت موسیٰؑ کو کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰؑ کو روح اللہ کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن اس فہرست میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ 'رسول اللہ' ہی کے الفاظ معروف و مشہور ہیں۔ غور کرنے پر یہ حقیقت کھلے گی کہ اگرچہ نوحؑ بھی اللہ کے رسول تھے، موسیٰؑ بھی رسول تھے، عیسیٰؑ بھی اللہ کے رسول تھے لیکن اس لفظِ 'رسول' کا مصداقِ کامل اور مصداقِ اتم ہیں محمدٌ رسولُ اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم! ـــــــ رسالت کا ادارہ تکمیل کو پہنچا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ میں۔ گویا آپؐ کا امتیازی لقب یا امتیازی شان ہی یہ ہے کہ آپؐ 'رسول اللہ' ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ سورۃ الفتح میں آپؐ کی اسی نسبت کو نمایاں کیا گیا ہے:

" مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ "۔ اس میں گویا اس حقیقت کی جانب ایک لطیف اشارہ موجود ہے جس کی جانب پہلے توجہ دلائی جا چکی ہے کہ رسالت اپنے مرتبۂ کمال کو پہنچ گئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں!

'الہدیٰ' اور 'دین الحق'

اب آگے بڑھیے۔ " هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ "

حرفِ 'ب' عربی زبان میں کسی چیز کی معیت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ مفہوم یہ ہوا کہ اللہ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزیں دے کر بھیجا ہے۔ (i) الھُدٰی اور (ii) دینِ حق ـــــــ الھدٰی سے مراد ہے ہدایتِ کاملہ، وہ کتابِ ہدایت کہ جس نے ہدایت کے تمام پہلوؤں کو اپنے اندر جمع کر لیا ہو، سمیٹ لیا ہو، سمو لیا ہو۔ اس کی تعیین کے ضمن میں اگر قرآن مجید ہی کی طرف رجوع کیا جائے تو

صاف نظر آجائے گا کہ اس سے مراد خود قرآن ہے۔ اس لیے کہ یہی قرآن کے لیے سورۃ البقرۃ کے بالکل آغاز میں "ھُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" کے الفاظ آئے ہیں۔ اسی کو "ھُدًى لِّلنَّاسِ" قرار دیا گیا ہے اور یہی قرآن ہے جس کے بارے میں سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا: " اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ " تو معلوم ہوا کہ الھدٰی سے مراد ہے قرآن حکیم! ـــــ اب آگے بڑھیے، دوسری چیز جو آپ کو دے کر بھیجا گیا وہ دینِ حق ہے۔ یہاں 'دین الحق' عربی نحو کے اعتبار سے مرکب اضافی کی شکل میں ہے۔ اس اعتبار سے اس کے معنی ہوں گے 'حق کا دین' تاہم عربی میں بعض اوقات مرکب توصیفی' مرکب اضافی کی شکل میں آجاتا ہے۔ اس صورت میں اس کا ترجمہ ہوگا: حق دین یا سچا دین۔ ویسے ان دونوں صورتوں میں مفہوم میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اسے اگر حق کا دین قرار دیں تو قرآن مجید میں ایک سے زائد مقامات پر اللہ کو 'الحق' کہا گیا ہے۔ "ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ" حقِ مجسّم اور کامل حق صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ گویا 'حق کا دین' کے معنی ہوں گے اللہ کا دین۔ اگر اسے مرکب توصیفی مان کر 'سچا دین' ترجمہ کیا جائے تو بھی بات وہیں جا پہنچے گی، اس لیے کہ سچا ترین دین تو اللہ ہی کا ہو سکتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اللہ کے دین سے ـــــ ہے! لفظ دین پر غور کیجئے۔ یہ لفظ اس سے پہلے ہمارے اسباق میں سورۃ الفاتحہ کے درس میں "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" کے ضمن میں زیرِ بحث آچکا ہے۔ اُس وقت عرض کر دیا گیا تھا کہ اِس لفظ کا بنیادی مفہوم ہے جزا و سزا اور بدلہ۔ مشہور مصرع ہے۔

کما دِنَّاھُمْ کَمَا دَانُوا

کہ جیسا انہوں نے ہمارے ساتھ معاملہ کیا تھا ویسا ہی ہم نے ان سے کر دیا۔ یعنی ہم نے ان کے عمل کا انھیں پورا پورا بدلہ دے دیا ہے۔ اسی طرح ایک معروف کہاوت ہے: "کَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ!" جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ عربی زبان میں دَيْنٌ کہتے ہیں قرض کو، کہ وہ لوٹ کر آتا ہے۔ جس طرح کسی عمل کی جزا لوٹ کر آتی ہے عمل کرنے والے کی طرف، اسی طرح 'دَيْن' (قرض) دینے والے کو واپس ملتا ہے۔ تو دین کے اصل لغوی معنی بدلے اور جزا و سزا کے ہیں۔ لیکن اس اصل لغوی اساس سے قرآن مجید نے جب اس لفظ کو اٹھا کر اِسے اپنی ایک اصطلاح

بنایا تو اس میں ایک اضافی مفہوم شامل ہوگیا۔ چنانچہ قرآنی اصطلاح میں لفظ دین بالعموم قانون، ضابطہ اور شریعت کے معنوں میں آتا ہے اس لیے کہ جزا و سزا کے ساتھ کسی نہ کسی قانون اور ضابطے کا تصور لازم و ملزوم ہے۔ پھر اس میں اضافی مفہوم پیدا ہوا اطاعت کا۔ قرآن حکیم میں متعدد بار " مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ[1] " کے الفاظ آئے ہیں۔ اس لیے کہ کسی قانون یا ضابطے کی اگر اطاعت کی جائے گی تو جزا ملے گی، اور اس کی خلاف ورزی اگر ہوئی تو سزا ملے گی۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر قرآن مجید نے جب اسے ' دِیْنُ اللّٰہ[2] ' کی مرکب شکل میں ایک گمبھیر اصطلاح کا درجہ دیا تو اس میں جو مفہوم پیدا ہوا اُسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے! کسی ہستی کو مطاعِ مطلق مان کر اس کے قانون کے تحت جو زندگی بسر کی جائے گی وہ زندگی گویا اُس کے دین کے اندر رہتے ہوئے گزاری جا رہی ہے۔ یہ ہے دین کا گمبھیر، ہمہ گیر اور جامع تصور جسے ایک بہت اہم اصطلاح کی حیثیت سے قرآن مجید نے متعارف کرایا ہے۔

چنانچہ اس تناظر میں غور کیجئے کہ اگر کسی جگہ بادشاہت کا نظام قائم ہے، ایک فردِ واحد کو ہی حاکمِ مطلق (SOVEREIGN) ہونے کی حیثیت حاصل ہے، اُس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ قانون کا درجہ رکھتا ہے۔ تو یہ گویا کہ ' دِیْنُ الْمَلِكْ ' ہے۔ اس لیے کہ اس نظام میں بادشاہ مطاعِ مطلق ہے۔ یہ لفظ بعینہٖ اسی مفہوم میں سورۂ یوسف میں وارد ہوا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کے ایک خاص واقعے کے ضمن میں ' دین الملكْ ' کے الفاظ آئے ہیں۔ واقعہ لمبا ہے۔ مختصراً یہ کہ حضرت یوسف جب مصر میں ایک بہت بڑے عہدے پر فائز ہو چکے تھے اور اُن کے بھائی قحط کے ہاتھوں مجبور ہو کر ان کے پاس آئے غلّہ حاصل کرنے کے لیے، تو انہوں نے اپنے حقیقی بھائی بن یامین کو جسے انہوں نے خاص طور پر فرمائش کر کے بلوایا تھا، اپنے پاس روکنا چاہا لیکن چونکہ انہوں نے خود کو اپنے بھائیوں پر ظاہر نہیں کیا تھا بلکہ بھائی اس حقیقت سے بالکل بے خبر تھے کہ ان کا واسطہ جس ' عزیزِ مصر ' سے

---

[1] ترجمہ " اطاعت کو اس (اللہ ہی) کے لیے خالص کرتے ہوئے "۔

[2] اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔

ہے وہ اُن کا بھائی یوسف ہے ، لہٰذا بن یامین کو اپنے پاس روکنے کا کوئی معقول سبب بظاہر سجھائی نہیں دیتا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک خاص طریقہ سجھایا اور ایک خصوصی تدبیر کے ذریعے وہ اپنے بھائی کو روکنے میں کامیاب ہوگئے۔ سورۃ یوسف میں اس پورے واقعے کو بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا : "مَا كَانَ لِيَأْخُذَ اَخَاهُ فِي دِيْنِ الْمَلِكِ" کہ حضرت یوسف کے لیے اس بادشاہی نظام کے اندر رہتے ہوئے جس میں وہ خود ایک اہم عہدے پر فائز تھے، یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اپنے بھائی بن یامین کو روک سکتے! ـــــــ تو یہ بات واضح ہوگئی کہ کسی فردِ واحد کو مختارِ مطلق اور مطاعِ مطلق مان کر اس کے تحت جو اجتماعی نظام کسی جگہ پر قائم ہوگا اسے 'دین الملک' کہا جائے گا۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے آپ دورِ جدید کے مقبول ترین نظام یعنی نظامِ جمہوریت کو 'دین الجمہور' سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس لیے کہ اس نظام میں اصل حاکمیت (SOVEREIGNTY) جمہور کی ہے۔ اُن کے نمائندے کثرتِ رائے سے جس چیز کو چاہیں جائز قرار دے دیں اور جس چیز کو چاہیں ناجائز قرار دے دیں۔ یہ ایک مکمل نظام ہے، پورا دین ہے، جسے بجا طور پر دینِ جمہور قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس پس منظر میں غور کیجئے کہ 'دینُ اللہ' اور 'دینِ حق' کا مفہوم کیا ہوگا! ـــــ وہ نظام جس میں اللہ ہی کو مطاعِ مطلق تسلیم کیا جائے، حاکمیتِ مطلقہ (SOVEREIGNTY) صرف اسی کے لیے ہو ـــ

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اِک وہی، باقی بتانِ آذری!

اِس اصول پر مبنی پورے نظامِ زندگی کا جو مکمل ڈھانچہ استوار ہوگا وہ کہلائے گا 'دین اللہ'! ـــــ یہ 'دین اللہ' یا 'دینِ حق' ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر مبعوث فرمایا گیا تھا۔ یہ وہ دوسری چیز ہے جو آپ کو عطا ہوئی تھی۔ ذہن میں تازہ کر لیجئے، پہلی چیز جو آپ کو عطا ہوئی وہ ہے 'الھدٰی' یعنی قرآن حکیم اور دوسری شے جو دے کر آپ مبعوث فرمائے گئے اُسے قرآن نے 'دین الحق' سے تعبیر فرمایا ہے۔ یعنی عدل و قسط پر مبنی ایک مکمل نظامِ اجتماعی، ایک مکمل ضابطۂ حیات، ایک کامل نظامِ اطاعت جس میں زندگی کے ہر گوشے کے بارے میں ضابطہ و

قانون موجود ہے۔

یہاں ذہن میں ایک سوال یہ اُسکتاہے کہ کیا قرآن میں کامل نظام نہیں ہے ؟ قرآن کے بعد حرف ' و ' واوِ عطف ہے اور واوِ عطف مغائرت کا متقاضی ہے۔ پھر ' دین الحق ' قرآن سے کوئی جدا شے ہے ؟ تو واقعہ یہی ہے کہ صرف قرآن پر مبنی کوئی نظام نہیں ہوسکتا۔ قرآن میں صرف اصول دیے گئے ہیں اور زندگی کے ہر گوشے کے متعلق صرف حدود کو معیّن کر دیا گیا ہے۔ ایک مکمل نظام اگر بنتا ہے تو وہ قرآن پر سنّتِ رسولؐ کے اضافے سے بنتا ہے۔ اُس خاکے کے اندر اگر رنگ بھرا جا سکتا ہے تو وہ سنّتِ رسولؐ کے اضافے سے بھرا جاسکتا ہے۔ ایک مکمل نظام کی تشکیل کتاب اور سنّت دونوں کے مجموعے سے ہوگی۔ یہ بات اس سے پہلے بھی عرض کی گئی ہے کہ ہمارے ہاں پاکستان کی جو بھی کبھی کوئی دستوری دستاویز بنی ہے تو اس میں یہ الفاظ صحیح طور پر شامل ہوئے ہیں :

"NO LEGISLATION WILL BE DONE REPUGNANT TO THE QURAN AND THE SUNNAH !"

قرآن اور سنّت کے اجتماع ہی سے دینِ حق مکمل ہوتا ہے اور ایک پورا نظام تشکیل پاتا ہے۔

نبی اکرمؐ کی بعثت کے لیے وقت کی تعیین !

اب آگے بڑھنے سے پہلے ایک اہم علمی حقیقت کی طرف توجہ مبذول فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ اب ذرا ذہن کے سامنے ایک سوالیہ نشان لائیے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت کا وقت معیّن کرنے میں اللہ کی کونسی حکمت تھی ! اس کی تفتیش کیجئے تو عجیب حقائق سامنے آتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کرۂ ارضی پر نسلِ انسانی کی تاریخ اور تاریخِ نبوت دونوں ساتھ ساتھ چلی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان ہی نہیں پہلے نبی بھی تھے۔ انسانیت اور نبوت کے یہ دونوں قافلے ساتھ ساتھ چلے ہیں اور دونوں قافلوں نے ارتقائی مراحل طے کیے ہیں۔ انسان نے بھی ارتقائی مراحل طے کئے ہیں اور نبوت ورسالت میں بھی ایک ارتقاء کا عمل جاری رہا ہے۔ اور یوں کہا جاسکتا ہے کہ انسان نے آج سے چودہ سو برس پہلے دو اعتبارات سے عہدِ طفولیت سے قدم نکال کر اپنی جوانی میں قدم رکھا ہے۔ قرآن مجید میں الفاظ آتے ہیں : " حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ " (جب وہ شخص اپنی پوری

قوت، اپنی پختگی کو پہنچ گیا) ۔ تو نسلِ انسانی بحیثیت مجموعی دو اعتبارات سے ایک بلوغ اور پختگی کو پہنچی ہے اُس وقت جبکہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ۔ انسانی ذہن اور اس کے فکر و شعور کے ارتقاء کا ایک عمل مسلسل جاری رہا ہے ۔ اور جس طرح ایک بچے پر عہدِ طفولیت کے بعد لڑکپن، جوانی اور عقل کی پختگی کے سارے ادوار آتے ہیں اسی طریقے سے نسلِ انسانی ان تمام مراحل سے گزری ہے ۔ انسان کو کامل اور مکمل ہدایت اوّل روز سے نہیں دی جا سکتی تھی اس لیے نہیں کہ (نعوذ باللہ من ذٰلک) اُس وقت اللہ کے پاس تھی نہیں ۔ اللہ کے پاس تو تھی لیکن انسان ابھی اس قابل نہ تھا کہ اس کو حاصل کر سکتا۔ ذہنی اور فکری اعتبار سے وہ ابھی اس سطح تک نہیں پہنچا تھا کہ اس کو اس ابدی ہدایت نامے کا اہل سمجھا جائے ۔ لہٰذا عبوری دور میں ہدایات دی جاتی رہیں، کتابیں نازل ہوتی رہیں، صحیفے اترتے رہے، ابتدائی احکام دیئے جاتے رہے، تا آنکہ انسان اپنی عقل اور شعور کی پختگی کو پہنچ گیا۔ وہ اپنی فکر کی سطح کے اعتبار سے اس کا اہل ہو گیا کہ ابدی ہدایت نامہ اب اُسے دے دیا جائے ۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے ۔

نوعِ انسانی کی ذہنی و فکری بلوغت کا دَور

میں یہاں پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اگرچہ معروف تو کچھ دوسرے اعتبارات سے تھے، علامہ اقبال کی کتابوں کی انہوں نے شرحیں لکھی ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں اپنی زندگی میں جن لوگوں سے مل سکا ہوں ان میں مجھے اپنے محدود علم کے مطابق فلسفہ، تاریخ فلسفہ، تاریخ مذاہب اور منطق وغیرہ میں مطالعہ کی وسعت اور گہرائی کے اعتبار سے کوئی دوسرا شخص ان کی ٹکر کا نہیں ملا ۔ انہوں نے ایک روز برسبیلِ تذکرہ یہ بات کہی کہ نسلِ انسانی کی تاریخ کے بارہ سو برس بڑے اہم اور بہت PRODUCTIVE ہیں ۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ان بارہ سو سالوں کے دوران انسان جو کچھ سوچ سکتا تھا سوچ چکا اور اس کی سوچ اپنی پختگی کو پہنچ چکی ۔ یہ ہیں چھ سو قبل مسیح سے لے کر چھ سو بعد مسیح تک کے بارہ سو برس، جن کے دوران تمام مکتبہ ہائے فکر، تمام مدارسِ فلسفہ اور تمام مذاہب جو بھی پیدا ہونے تھے ہو چکے ۔ اس کے بعد کوئی نیا مذہب اور کوئی نیا فلسفہ وجود میں نہیں آیا۔ اس دَور میں یہ سارے جو نام لیے جاتے ہیں اور بڑی بھاری بھرکم اصطلاحات

یں جو نئے فلسفے مغرب کے سمجھے جاتے ہیں، وہ LOGICAL POSITIVISM ہو یا EXISTENTIALISM ہو، یہ سب نئے لیبلوں سے نئی بوتلوں میں پرانی شرابوں کے سوا کچھ نہیں۔ انسان جو کچھ بحیثیت انسان سوچ سکتا تھا وہ چھ سو بعد مسیح تک سوچ چکا تھا اور اس کی فکر پختہ ہو چکی تھی۔ چشتی صاحب مرحوم سے یہ بات سُن کر میرا ذہن فوراً منتقل ہوا کہ اگر یہ حقیقت ہے تو واقعہ یہ ہے کہ اس کا گہرا تعلق ہے بعثتِ محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسّلام کے لیے زمانے اور وقت کے تعین کے ساتھ کہ جب انسان سوچ چکا جو کچھ کہ وہ سوچ سکتا تھا۔ سقراط، ارسطو اور افلاطون نے اپنے نظریات دنیا کے سامنے رکھ چکے۔ فلاسفۂ ہند نے عقل کی جو بھی جولانیاں ہو سکتی تھیں وہ دکھالیں۔ فلاسفۂ یونان اور فلاسفۂ چین و ایران انسان کو جو کچھ دے سکتے تھے، دے چکے۔ تب وہ 'الکتاب' اور 'الھدیٰ' اس دعوے کے ساتھ نازل ہوئی کہ یہ ہدایت تامّہ ہے، یہ آخری اور مکمل ہدایت ہے جواب انسان کو دی جا رہی ہے۔ اور آپ غور کیجئے اس سے بڑا گہرا تعلق ہے اس حقیقت کا کہ اس کتاب کی حفاظت کا ذمّہ اللہ نے لیا ہے۔ از روئے الفاظ قرآنی: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ سوچیے تورات بھی اللہ کی کتاب تھی، اگر اللہ اس کی حفاظت کا ذمّہ لیتا تو کیا اس میں تحریف ممکن ہوتی؟ بلکہ میں اس کے برعکس یوں کہوں گا کہ اگر قرآن کی حفاظت کا ذمّہ اللہ نے نہ لیا ہوتا تو کیا ہم قرآن مجید کو بخشش دیتے! کیا امّتِ مسلمہ اس میں تحریف نہ کر دیتی؟ کیا معنوی تحریف ہمارے ہاں نہیں ہوئی؟ یہ حفاظتِ خصوصی جو قرآن کو دی گئی اور تورات، زبور اور انجیل کو نہ دی گئی اس کا کیا سبب ہے؟ میں کہا کرتا ہوں کہ ان کتابوں کو یہ حق حاصل ہے کہ اللہ کی جناب میں یہ شکوہ کریں کہ پروردگار یہ ہم سے سوتیلی بیٹیوں والا معاملہ کیوں ہوا؟ ہم بھی تیری کتابیں تھیں، ہمیں تو نے تحفّظ کیوں نہ دیا؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہ ابھی عبوری دور کی ہدایات تھیں جب نسلِ انسانی ابھی عقل اور شعور کی منزلیں طے کر رہی تھی۔ اس عبوری دور کی ہدایات کے لیے حفاظت لازمی نہ تھی۔ ان کو مستقل بنانا اور محفوظ رکھنا ضروری نہ تھا۔ یوں سمجھیے کہ ایک ہی کتاب ہے جس کے سابقہ ایڈیشن پہلے دیئے گئے۔ اور اسی کا کامل اور مکمل آخری ایڈیشن ہے جو محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔

اِجتماعی شعور کی پختگی

اب آئیے دوسرے مضمون کی طرف۔ "دِیْنِ الْحَقِّ" کے الفاظ میں درحقیقت نسلِ انسانی کے ایک اور اعتبار سے بلوغ کو پہنچنے کی طرف اشارہ بھی ہے۔ اس سے پہلے بھی بعض مقامات پر اشارے کئے گئے ہیں کہ انسان نے تدریجاً اجتماعیت کا سفر طے کیا ہے۔ کبھی صرف ایک قبیلے کی زندگی تھی، پھر شہری ریاستیں وجود میں آئیں، پھر بڑی بڑی مملکتیں اور سلطنتیں قائم ہوئیں۔ یہ عظیم سلطنتوں کا دور تھا جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اس وقت قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتیں قائم تھیں جن کے مابین تاریخ کئی سو برس سے جھولا جھول رہی تھی۔ ان سلطنتوں کی لاکھوں کی تعداد میں STANDING ARMIES تھیں۔ یہ تربیت یافتہ مسلح افواج تھیں۔ یہ وہ دور تھا جبکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے۔ گویا کہ انسان اجتماعی اعتبار سے بھی اب اس سطح پر آگیا تھا کہ اس کی ضرورت اب ایک اجتماعی نظام کی تھی۔ صرف انفرادی اخلاقیات اب اس کی ضرورت کی کفالت نہ کر سکتے تھے۔ انفرادی اخلاقیات کے اعتبار سے حضرت مسیح علیہ السلام کہیں پیچھے نہیں ہیں۔ لیکن اب ضرورت تھی ایک اجتماعی نظام کی، ایک ایسے نظامِ عدل و قسط کی جس میں انسانی زندگی کے جو بھی متصادم (CONFLICTING) تقاضے ہیں ان کو اس طریقے سے سمو دیا جائے کہ ان میں اعتدال بھی ہو اور توازن بھی ہو۔ کوئی تقاضا کسی دوسرے تقاضے کے نیچے دب نہ جائے۔ انفرادیت بھی مجروح نہ ہو اور اجتماعیت کے حقوق بھی محفوظ رہیں۔ مرد کی قوامیت بھی مجروح نہ ہو اور عورت کے حقوق بھی اس طرح پامال نہ ہو جائیں کہ وہ بھیڑ بکری کی طرح صرف ملکیت بن کر رہ جائے۔ اسی طریقے سے زندگی کے اندر جو مختلف پیچیدگیاں پیدا ہو چکی تھیں اور جو مختلف نزاعات وجود میں آچکے تھے، انسان کو ان سب کا ایک معتدل اور متوازن حل درکار تھا۔ یہ ہے اس دور کے انسان کی اصل ضرورت! اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی اس ضرورت کو پورا کیا۔ وہ ایک دین لے کر آئے، ایک نظام لے کر آئے۔ وہ نظام اجتماعی زندگی کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے والا نظام ہے اور یہ توازن اور اعتدال کی ایک عجیب کیفیت اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ یہی توازن اور اعتدال ہے جس کی وجہ سے سورۃ الحدید میں اس دینِ حق کو "المیزان"

سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ یہ میزان ہے، یہ تول دینے والی شے ہے، افراد کے حقوق کو معیّن کرنے والی، عورت اور مرد کے حقوق و اختیارات اور فرائض کو معین کرنے والی اور تول دینے والی۔ یہ فرد اور اجتماعیت کے مابین اور سرمائے اور محنت کے مابین توازن پیدا کرنے والی میزان ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دینِ حق کی شکل میں دے کر بھیجا گیا۔

تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام آئندہ منعقد ہونے والے

جلسۂ عام

(۱)

راولپنڈی

کمرشل سنٹر، سیٹلائٹ ٹاؤن ، ۲۸ نومبر بروز بدھ، بعد نماز عشاء

(۲)

سرگودھا

کمپنی باغ ، ۲۹ نومبر بروز جمعرات ، بعد نمازِ عشاء

محترم قارئین

بعض وجوہ کی بنا پر چند ایک خریداری نمبر تبدیل کرنے پڑے ہیں۔
براہِ کرم اپنا نیا خریداری نمبر نوٹ فرمالیجئے گا جو لفافے پر درج ہے۔ زرِ تعاون کے لیے یاددہانی کے باوجود جن حضرات کی طرف سے اطلاع موصول نہیں ہوئی، اُن کے نام پرچہ بدستور جاری رکھنے سے قاصر ہوں گے۔

شکریہ
ناظم سرکولیشن

طالب الہاشمی

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عہدِ رسالت کے اواخر کا ذکر ہے کہ ایک دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے درمیان رونق افروز تھے اور کسی مسئلے کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اثنائے گفتگو میں اچانک کچھ صحابہؓ کی آوازیں معمول سے زیادہ بلند ہو گئیں۔ دربارِ رسالت میں صحابہؓ کی یہ بلند آہنگی اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور فوراً یہ آیت نازل ہوئی۔

" یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ "

"اے لوگو' جو ایمان لائے ہو' اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبیؐ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہو' کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔"

اس آیت کے نزول پر صحابہ کرامؓ خوفِ الٰہی سے لرز اٹھے اور انہوں نے عہد کیا کہ حضورؐ کے سامنے اپنی آوازوں کو ہمیشہ پست رکھیں گے۔ حاضرینِ مجلس میں ایک صاحبِ رسولؐ' جن کی آواز بڑی پاٹ دار تھی' اس قدر متأثر ہوئے کہ گھر جا کر کنجِ عزلت میں بیٹھ گئے اور ہر وقت توبہ واستغفار میں مشغول رہنے لگے۔ جب مسلسل چند دن تک حضورؐ نے ان کو مجلس میں نہ دیکھا تو صحابہؓ سے ان کے بارے میں دریافت فرمایا کہ کہیں علیل تو نہیں ہیں۔

سیّدالاوس حضرت سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا' " یارسولؐ اللہ میں ان کی خبر لاتا ہوں "

چنانچہ وہ ان صاحبِ رسولؐ کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ حزن وملال کی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔ حضرت سعدؓ نے کہا۔ " آپ چند دن سے مجلسِ نبویؐ میں نظر نہیں آئے۔ آج حضورؐ نے مجھے آپ کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے۔"

انہوں نے کہا۔ "خیریت کہاں ' بارگاہِ الٰہی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بولنے کی ممانعت اور وعید نازل ہو چکی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ مجلسِ نبوئی میں آپ سب میں زیادہ میری ہی آواز بلند ہو جاتی ہے۔ اب یہ غم میری کمر کو توڑے ڈالتا ہے کہ میرا سارا عمل رائیگاں گیا اور میں دوزخی ہو گیا۔ "

حضرت سعدؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جاکر ساری بات بتائی تو آپؐ نے فرمایا۔ "وہ دوزخی نہیں بلکہ اہلِ جنت میں سے ہے۔ "

یہ صاحبِ رسولؐ ' جن کو سرورِ کون و مکاں ' فخرِ موجودات ' خیرالخلائق ' رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں جنتی ہونے کی بشارت دی ' حضرت ثابتؓ بن قیس انصاری تھے۔

سیدنا ابو محمد ثابتؓ بن قیس انصارِ مدینہ کے خاندانِ خزرج سے تعلق رکھتے تھے سلسلۂ نسب یہ ہے :

ثابتؓ بن قیس بن شماس بن زہیر بن مالک بن امرؤالقیس بن مالک اعز بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر۔

علامہ ابن اثیرؒ کے بیان کے مطابق ان کی والدہ قبیلہ طے سے تھیں۔

ہجرت سے قبل بیعتِ عقبۂ ثانیہ یا عقبۂ کبیرہ کے بعد کسی وقت مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ان میں فطرۃً خطابت اور تقریر کا ملکہ موجود تھا اور وہ اپنی فصاحت ' بلاغت اور قوت تقریر کے لحاظ سے اہل مدینہ میں منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ آواز بھی بڑی پاٹ دار تھی۔ اسی لئے انصار نے ان کو اپنا خطیب بنایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی صلاحیتوں کا علم ہوا تو آپؐ نے بھی ان کو اپنا خطیب مقرر فرمایا۔ چنانچہ وہ خطیبِ رسولؐ اللہ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

حافظ ابنِ حجرؒ نے "الاصابہ" میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منوّرہ میں نزولِ اجلال فرمایا تو انصارِ مدینہ نے دیدہ و دل فرشِ راہ کر دیئے اور ایسے جوش اور مسرّت کے ساتھ آپؐ کا استقبال کیا کہ چشمِ فلک نے اس کی نظیر نہ دیکھی تھی۔ استقبال کرنے والے اصحاب میں حضرت ثابتؓ بن قیس بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے عرض کیا:

" یا نبی اللہ! ہم آپؐ کی اس طرح حفاظت کریں گے جس طرح اپنی جان اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں۔۔۔ لیکن ہمیں اس کا صلہ کیا ملے گا؟" آپؐ نے فرمایا'

"جنت___!"

اس پر تمام لوگ پکار اٹھے ' "ہم سب راضی ہیں!"

غزوۂ بدر میں حضرت ثابتؓ کی شرکت کے بارے میں اختلاف ہے۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے ان کو اصحاب بدر میں شمار کیا ہے لیکن سیر و مغازی کی بیشتر کتابوں میں انہیں اصحابِ بدر میں شامل نہیں کیا گیا___ حضرت ثابتؓ بڑے مخلص صحابی تھے۔

اس لئے بدر میں ان کے شریک نہ ہونے کی کوئی خاص وجہ ہوگی۔ مثلاً علالت یا مدینہ میں عدم موجودگی وغیرہ۔

اس کے بعد انہوں نے شروع سے اخیر تک تمام غزواتِ نبویؐ میں مجاہدانہ شرکت کی اور ہر معرکے میں بڑی ثابت قدمی سے دادِ شجاعت دی۔

غزوۂ مُرَیسِیع (۵ھ) میں بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی صاحبزادی جویریہ کو حضرت ثابتؓ بن قیس نے اسیر کر لیا۔ انہیں لونڈی بن کر رہنا گوارا نہ ہوا۔ اس لئے حضرت ثابتؓ سے مکاتبت کی درخواست کی۔ انہوں نے ۹ اوقیہ سونے پر مکاتب بنا منظور کر لیا۔ جویریہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ "میں سردارِ قوم حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں۔ اللہ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اس وقت مصیبت میں مبتلا ہوں اور اپنے آپ کو آزاد کرانا چاہتی ہوں ' آپ میری امداد فرمایئے!"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ' "کیا یہ ٹھیک نہیں ہے کہ تیرے لئے اس سے بھی بہتر سلوک کیا جائے؟"

پوچھا ' "وہ کیا؟" ..... ارشاد ہوا "تیرا زرِ کتابت میں ادا کر دوں اور تجھ سے خود نکاح کر لوں۔"

انہوں نے یہ بات بخوشی منظور کر لی۔ اور یوں حضرت جویریہؓ کو اُمّ المومنین بننے کا عظیم شرف حاصل ہوا۔

عام الوفود ۹ ہجری میں بنو تمیم کا وفد بڑے ٹھاٹ باٹ کے ساتھ مدینہ آیا۔ یہ ستّر یا اسّی آدمیوں پر مشتمل تھا اور اس میں قبیلہ کے بڑے بڑے رؤسا ' آتش بیان خطیب اور بلند پایہ

شاعر شامل تھے۔ زمانۂ جاہلیّت میں عربوں میں مفاخرت اور مقابلت کا جذبہ بہت شدید تھا اور ہر وصف میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا کرتے تھے۔ بنو تمیم کے دماغوں میں بھی خاندانی فخر و غرور کا نشہ سمایا ہوا تھا۔ انہوں نے آستانۂ نبویؐ پر جاکر بدویانہ انداز میں بے تحاشا آوازیں دینی شروع کر دیں۔ "محمدؐ باہر آؤ اور ہماری بات سنو۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا اکھڑ پن ناگوار تو گزرا لیکن آپؐ سراپا عفو و کرم تھے' باہر نکل کر بڑی خندہ پیشانی سے ملاقات فرمائی۔ رئیسِ وفد اقرعؓ بن حابس نے کہا۔ "ہم آپ سے مفاخرت کرنا چاہتے ہیں' اس کے بعد ہی اسلام کی بات ہو گی۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' "میں فخاری اور شعربازی کے لئے مبعوث نہیں ہوا ہوں لیکن اگر تم یہی چاہتے ہو تو اللہ کے فضل سے ہم اس سے بھی باہر نہیں ہیں۔" بنو تمیم میں ایک شخص عطارد بن حاجب تھے۔ وہ نہایت زبان آور اور فصیح البیان خطیب تھے۔ اور ایک دفعہ نوشیروان کے دربار میں اپنے زور خطابت کا مظاہرہ کر کے کمخواب کا خلعت حاصل کر چکے تھے۔ سب سے پہلے وہ کھڑے ہوئے اور مفاخرہ کا آغاز اس تقریر سے کیا:

> "تعریف اس خدا کی جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں تاج و تخت کا مالک بنایا' اہلِ مشرق میں ہمیں سب سے زیادہ معزز کیا۔ ہمارے خزانے سونے چاندی سے پُر ہیں۔ جنہیں ہم فیاضی سے خرچ کرتے ہیں۔ لوگوں میں ہمارا مثیل و نظیر نہیں' کیا ہم آدمیوں کے سردار اور ان میں صاحبِ فضل نہیں ہیں۔ اگر کسی اور کو یہ دعویٰ ہو تو وہ سامنے آئے اور ہمارے قول سے اچھا قول اور ہمارے حالات سے اچھے حالات پیش کرے۔ اب مجھ کو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔"

عطارد اپنی تقریر ختم کر کے بیٹھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابتؓ سے فرمایا۔ "ثابت اٹھو اور اس کا جواب دو۔"

حضرت ثابت نے تعمیلِ ارشاد کی اور عطارد کے جواب میں یہ خطبہ دیا:

> "حمد و ستائش اس خدائے عزّ و جلّ کی جس نے زمین اور آسمان پیدا کئے' ان پر اپنا حکم جاری کیا' اپنی کرسی اور اپنے علم کو وسعت دی۔ وہ قادرِ مطلق ہے' جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم اور قدرت سے ہوتا ہے۔ اس کی قدرتوں میں سے ایک یہ

ہے کہ اپنی مخلوق میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیا جو سب سے زیادہ شریف النفس ہے' سب سے بڑھ کر راست گو اور سب سے زیادہ بلند اخلاق ہے۔ پھر اس پیغمبر پر ایک کتاب نازل کی اور اپنی خلقت کا اس کو امانت دار بنایا۔ اور وہی ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سارے عالم سے برگزیدہ کیا اور سارے عالم کا خلاصہ بنایا۔ پھر اس نے لوگوں کو حق کی طرف بلایا تو اس کی قوم اور اقربا میں سے پہلے مہاجرین نے اس کی دعوت قبول کی جو نسب میں افضل ہیں۔ ان کے چہرے سب سے زیادہ روشن ہیں اور ان کے اعمال سب سے اچھے ہیں۔ پھر ان کے بعد سارے عرب میں سے ہم گروہِ انصار نے دعوتِ حق پر لبّیک کہی۔ لہٰذا ہمارا فخر صرف یہ ہے کہ ہم اللہ کے انصار اور رسول اللہ کے وزیر ہیں۔ اور لوگ جب تک ایمان نہ لائیں اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ نہ کہیں' ہم ان سے لڑتے رہیں گے۔ اور جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو ماننے سے انکار کرے گا' ہم اس کے خلاف راہِ خدا میں جہاد کریں گے۔ اور جہاد کرنا ہمارے لئے کوئی دشوار کام نہیں ہے۔ بس مجھے جو کہنا تھا کہہ چکا اور اب میں تمام مؤمنین اور مؤمنات کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعائے مغفرت کرتا ہوں۔ "

اس کے بعد شعر و شاعری کا مقابلہ ہوا۔ جس میں بنو تمیم کی طرف سے زبرقان بن بدر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت حسّانؓ بن ثابت نے حصہ لیا۔ مفاخرہ ختم ہوا تو اقرعؓ بن حابس جو خود بڑے فصیح البیان شاعر اور خطیب تھے اور جن کی اصابتِ رائے کا سارا عرب معترف تھا۔ یہاں تک کہ متحارب قبائل اپنے جھگڑوں میں ان کو حَکَم بنایا کرتے تھے' بے اختیار پکار اٹھے۔

"باپ کی قسم محمدؐ کا خطیب ہمارے خطیب سے افضل اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے۔"

اہلِ وفد نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور سب اسی وقت حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

اسی سال بنو حنیفہ کا ایک بڑا وفد مسیلمہ کذّاب کی سرکردگی میں مدینہ آیا۔ سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلم حضرت ثابتؓ بن قیس کو ساتھ لے کر بہ نفسِ نفیس اہلِ وفد کے پاس تشریف لے

گئے۔ اثنائے گفتگو میں مسیلمہ نے کہا' "اگر آپ اپنے بعد مجھے اپنا جانشین مقرر کر دیں تو ابھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ "

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نامعقول شرط سن کر غصہ آگیا' آپؐ کے دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی' اس کو اٹھا کر فرمایا:

"جانشینی تو بڑی چیز ہے' میں تو تمہیں یہ چھڑی دینا بھی پسند نہیں کرتا۔ اللہ نے تیرے لئے جو مقدر کر رکھا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ تیرا انجام مجھے خواب میں دکھا دیا گیا ہے۔ کچھ اور پوچھنا ہو تو یہ ثابت موجود ہیں' ان سے پوچھ' میں اب چلتا ہوں۔ "

یہ فرما کر آپؐ حضرت ثابتؓ کو مسیلمہ سے نپٹنے کے لئے وہاں چھوڑ کر خود تشریف لے گئے

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر حضرت سعدؓ بن عبادہ کو خلیفہ بنانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ یہ خبر مشہور ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کچھ دوسرے مہاجرین کو ساتھ لے کر انصار کے اجتماع میں پہنچے' دونوں طرف سے اپنے حق میں زور دار تقریریں ہوئیں۔ اس موقع پر حضرت ثابتؓ بن قیس بھی موجود تھے۔ انہوں نے انصار کی خلافت کے استحقاق پر ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا' اس میں انصار کی خدمات اور قربانیوں کا ذکر کیا اور اس بات پر تعجّب کا اظہار کیا کہ کچھ لوگ انصار کو خلافت سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے انصار کی خدمات کا اعتراف کیا لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے قوی دلائل کے ساتھ قریش کو خلافت کا حق دار ثابت کیا۔ جب عامۃ المسلمین نے انہیں خلیفہ منتخب کر لیا تو حضرت ثابتؓ بن قیس بھی ان کی بیعت کرنے میں پیچھے نہ رہے اور دل و جان سے صدیق اکبرؓ کے حامیوں اور مدد گاروں میں شامل ہو گئے۔ اسی زمانہ میں فتنۂ ارتداد نے سر ابھارا تو حضرت ثابتؓ نے اس کو کچلنے کے لئے جان کی بازی لگا دی۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مشہور مرتد طلیحہ اسدی کی سرکوبی کے لئے مدینہ سے لشکر بھیجا تو حضرت ثابتؓ اس میں شامل ہو گئے۔ سالارِ لشکر حضرت خالدؓ بن ولید تھے اور انصار کی عنانِ قیادت حضرت ثابتؓ کے ہاتھ میں تھی۔ مسلمانوں نے مرتدین کو زبردست شکست دی اور طلیحہ نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ شام کی طرف راہِ فرار اختیار کی (خدا کی شان یہی طلیحہ بعد میں اسلام کے زبردست مجاہد بنے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں انہوں

نے دوبارہ خلوصِ دل سے اسلام قبول کیا اور حج کے لئے مدینہ آئے' وہیں حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس موقع پر امیر المؤمنین نے ان کو ارتداد میں مبتلا ہونے پر ملامت کی تو عرض کی "امیر المؤمنین یہ بھی کفر کے فتنوں میں سے ایک فتنہ تھا' جسے اسلام نے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا"۔ طلیحہ کا شمار شجاعانِ عرب میں ہوتا تھا اور انہیں ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ شام کے جہاد میں انہوں نے سرفروشی اور جانبازی کے محیّر العقول کارنامے انجام دیئے۔)

۱۲ھ میں مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کی خونریز جنگ پیش آئی۔ حضرت ثابتؓ اس میں بھی والہانہ جوش و خروش کے ساتھ شریک ہوئے۔ ایک موقع پر جب مسلمانوں کی صفوں میں رخنہ پڑا اور وہ پیچھے ہٹے تو حضرت ثابتؓ بے قرار ہو گئے اور نہایت حسرت کے ساتھ کہا کہ ہم عہدِ رسالت میں یوں نہیں لڑا کرتے تھے۔ پھر عطرِ حنوط لگایا اور ایک گڑھے میں قدم جما کر دشمن کے مقابلے میں ڈٹ گئے جو مرتد ان کی طرف آتا' اسے اپنی تلوار سے ڈھیر کر دیتے۔ آخر دشمنوں نے نرغہ کر کے خطیبِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تلواروں اور برچھیوں کا مینہ برسا دیا اور یوں وہ رتبۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرت ثابتؓ کے جسم پر نہایت عمدہ زرہ تھی' ان کی شہادت کے بعد کسی مسلمان نے اتار لی۔ ایک دوسرے مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابتؓ ان سے کہہ رہے ہیں' میرے فلاں مسلمان بھائی نے میری زرہ اتار لی ہے' آپ خالدؓ بن ولید سے کہیں کہ یہ اس سے واپس لے لیں' مجھ پر اتنا قرض ہے' خلیفۃ الرسولؐ یہ زرہ بیچ کر میرا قرض ادا کر دیں اور میرا فلاں غلام آزاد کر دیں۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے یہ زرہ واپس لے لی اور مدینہ پہنچ کر سارا واقعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے عرض کیا۔ انہوں نے حضرت ثابتؓ کی وصیت کے مطابق زرہ سے ان کا قرض ادا کر دیا اور غلام بھی آزاد کر دیا۔

حضرت ثابتؓ نے اپنے پیچھے چار لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑی' ان سے چند احادیث بھی مروی ہیں جن کو ان کے صاحب زادے محمد اور صاحب زادی کے علاوہ حضرت انسؓ بن مالک اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ نے روایت کیا ہے۔

حضرت ثابتؓ بن قیس کا شمار جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے۔ ان کے صحیفۂ اخلاق کے نمایاں ابواب احترامِ رسولؐ، خشیتِ الٰہی اور شوقِ جہاد تھے۔ ان کے احترامِ رسولؐ اور خشیتِ الٰہی کا ایک واقعہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ علامہ حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے ان کے صاحب زادے محمد بن ثابتؓ سے اور علامہ طبرانیؒ نے ان کی صاحب زادی سے اسی قسم کا ایک اور واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب سورۂ لقمان کی یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ○

کہ "بیشک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے"۔

تو حضرت ثابتؓ ہیبتِ الٰہی سے لرزہ براندام ہوگئے اور گھر میں بیٹھ کر رونا شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی بھیج کر بلا بھیجا اور پوچھا "کیا بات ہے؟" انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہؐ! میں زینت جمال اور اپنی تعریف پسند کرتا ہوں، مجھے ڈر ہے کہ اس آیت کی رو سے میں تباہ نہ ہو جاؤں"۔

آپؐ نے فرمایا "اے ثابتؓ کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تم اس طرح بھلائی کی زندگی گزارو کہ تمہاری تعریف کی جائے اور شہادت کی موت پاکر تم جنت میں داخل ہو؟"

عرض کیا "یارسول اللہ! یہ باتیں تو مجھے پسند ہیں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ثابتؓ سے بہت محبت تھی اور آپؐ ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ ابی عبیدؒ نے کتاب الاموال میں لکھا ہے غزوۂ بنی قریظہ میں جو یہودی قیدی بنائے گئے ان میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قیدیوں کی جاں بخشی فرمائی۔ ان میں سے ایک زبیر بن باطا تھا۔ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محض حضرت ثابتؓ بن قیس کی خاطر چھوڑا کیونکہ اس نے زمانۂ جاہلیت میں جنگِ بعاث کے موقع پر حضرت ثابتؓ کو پناہ دی تھی۔ آپؐ نے زبیر کے احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لئے اسے حضرت ثابتؓ کے سپرد کردیا۔

حافظ ابنِ حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ثابتؓ علیل ہو گئے اور چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپؐ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور ان الفاظ میں ان کی شفایابی کے لئے دعا کی:

"اذھب الباس رب الناس عن ثابت بن قیس بن شماس"

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابوعبدالرحمٰن شبیر بن نور

گناہوں کی حقیقت اور اثرات

زیر طبع کتاب کی قسط اوّل

انسان خواہ کتنا ہی بڑا اور خوبیوں والا ہو غلطی، لغزش اور ٹھوکر سے نہیں بچ سکتا۔ معصوم بس وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی آغوشِ رحمت میں پناہ دے دے، اور وہ ہے انبیاء و رُسل علیہم الصلوٰۃ و السّلام کی ذاتِ گرامی۔ اِن محترم و معظّم شخصیّتوں کے بعد ہر انسان بہرحال ایک انسان ہے ــــ خطا، غلطی اور لغزش کا پُتلا۔ اس حقیقت کو رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَنَسِيَ آدَمُ فَاَكَلَ مِنَ الشَّجَرَةِ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهٗ وَخَطِئَ فَخَطِئَتْ ذُرِّيَّتُهٗ[1]۔

"حضرت آدم علیہ السلام بھُول گئے اور (ممنوعہ) درخت سے کھا بیٹھے ــــ تو اُن کی اولاد بھی بھُول گئی۔ جنابِ آدم سے خطا ہوئی، تو ــــ اُن کی اولاد نے بھی خطا کی۔"

مگر اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ انسان جان بوجھ کر غلطی کرے اور غلطی پر غلطی کرتا جائے۔ بلکہ جس شخص کو اپنی آخرت عزیز ہو اور وہ حصُولِ جنّت کے لیے واقعی سنجیدہ ہو اسے اپنی استطاعت بھر برائیوں سے اور بالخصوص کبائر سے دُور اور بہت دُور رہنا ہوگا۔ اور ساتھ ہی ساتھ فرائض کی پابندی کرنی ہوگی۔ اس کے بعد یہ توقّع رکھی جاسکتی ہے کہ اللہ ربّ العالمین اپنے خصُوصی فضل وکرم سے اس کی لغزشوں اور معمولی خطاؤں کو نہ صرف معاف فرمادیں گے، بلکہ اپنی بے پایاں رحمت کے دروازے

---

[1] سنن الترمذی۔ کتاب التفسیر۔ باب تفسیر سورت الاعراف۔ امام ترمذی نے حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ المستدرک للحاکم کتاب التفسیر باب اعطاء آدم اربعین سنۃ من عمرہ لداوٗد علیہ السلام ۲/۳۲۵۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ محدث العصر شیخ الالبانی نے بھی اس حکم کی تائید کی ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح الجامع ۵۲۰۸۔

بھی اس کے لیے ہمیشہ کھلے رکھیں گے۔ اور جنت کا راستہ اس کے لیے آسان کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝[1]

"اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرو جن سے تمہیں منع کیا جا رہا ہے تو تمہاری چھوٹی موٹی برائیوں کو ہم تمہارے حساب سے ساقط کر دیں گے۔ اور تم کو عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝[2]

"(اللہ کی نعمتوں کے مستحق صرف وہ اہل ایمان ہیں) جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور اگر غصہ آجائے تو درگزر کر جاتے ہیں۔"

ایک جگہ ارشادِ ربّانی اس طرح ہے:

وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۚ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۚ[3]

"(تاکہ اللہ) اُن لوگوں کو اچھی جزا سے نوازے جنہوں نے نیک رویّہ اختیار کیا، جو بڑے بڑے گناہوں اور کھلے کھلے قبیح افعال سے پرہیز کرتے ہیں، اِلّا یہ کہ (معمولی قسم کے) کچھ قصور اُن سے سرزد ہو جائیں۔ بلاشبہ تیرے رب کا دامنِ مغفرت بہت وسیع ہے۔"

سنّتِ مطہّرہ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کبائر (بڑے بڑے گناہ) دخولِ

---

[1] سورت النساء، آیت ۳۱

[2] سورت الشوریٰ، آیت ۳۷

[3] سورت النجم، آیت ۳۱-۳۲

جنّت میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ جَاءَ يَعْبُدُ اللهَ وَلَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَيُقِيمُ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ وَيَجْتَنِبُ الْكَبَائِرَ كَانَ لَهُ الْجَنَّةَ۔[۱]

"جو آدمی (روزِ قیامت) اس حال میں پیش ہو کہ وہ اللہ کی عبادت کرتا رہا، شرک نہیں کیا، نماز قائم رکھی، زکوٰۃ ادا کی، اور بڑے بڑے گناہوں سے بچتا رہا، اس کے لیے جنّت پکی ہو گئی۔"

کبائر کی نحوست انسان کی ہر نیکی کو غارت اور بے فائدہ بنا دیتی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهَا وَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يَأْتِ كَبِيرَةً وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ۔[۲]

"جو مسلمان فرض نماز کا وقت پالے، پھر وہ عمدہ طریقے سے وضو کرے، خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرے، اور سکون و اطمینان سے رکوع (و سجود) کرے، تو یہ نماز اس کے سارے سابقہ (چھوٹے) گناہوں کا کفّارہ بن جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ کبائر سے بچا رہے۔ اور یہ سہولت اسے ہمیشہ حاصل رہتی ہے۔"

دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ۔[۳]

---

[۱] سنن النسائی۔ کتاب تحریم الدم۔ باب ذکر الکبائر۔ سند حسن ہے۔

[۲] صحیح مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہٗ۔

[۳] صحیح مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہٗ۔

"پانچوں نمازیں، جمعہ سے لے کر جمعہ تک، رمضان سے لے کر رمضان تک اپنے اپنے درمیانی وقفوں کے (صغائر) کے لیے کفارہ ہیں، بشرطیکہ کبائر سے پرہیز کیا جائے۔"

بات سمجھانے کے لیے صرف تین حدیثیں ذکر کر دی ہیں، ورنہ اسی مفہوم سے ملتی جلتی مختلف اعمال کے حوالے سے متعدد احادیث موجود ہیں، جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کبائر کا ارتکاب انسان کو کئی ایک اضافی فوائد سے محروم کر دیتا ہے۔ آخرت کی جواب دہی اس پر مستزاد ہے۔ کبائر کا معاملہ جب اس قدر سنگین اور دُور رس نتائج رکھتا ہے، تو ہر صاحبِ ایمان کو تفصیل اور دلیل سے علم ہونا چاہیے کہ:

(۱) گناہِ کبیرہ کیا ہے؟

(۲) ارتکابِ گناہ کے اسباب کیا ہیں؟

(۳) انسان کے دل پر گناہوں کے کیا اثرات مترتّب ہوتے ہیں؟

(۴) انسانی زندگی پر ان گناہوں کے کیا اثرات مترتب ہوتے ہیں؟

(۵) اگر گناہ سرزد ہو جائے تو دنیوی پریشانی اور اُخروی حساب سے کس طرح بچا جا سکتا ہے؟

(۶) کونسی احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں کہ انسان آئندہ گناہوں سے بڑی حد تک محفوظ رہ سکے؟

آیئے ان تمام سوالوں کا جواب آئندہ صفحات میں دیکھتے ہیں:

عبد الرّحمٰن عاجز مالیر کوٹلی کی دو تصنیفات:

(۱) موت کے سائے

(۲) عالمِ برزخ

اب مفید اضافوں اور ترامیم کے ساتھ دستیاب ہیں۔

ناشر: رحمانیہ دار الکتب۔ امین پور بازار، فیصل آباد

یہ جلسہ شہر لاہور میں
تنظیمِ اسلامی کے تعارف کا مؤثر ذریعہ
ثابت ہُوا

جلسے کی تیاریوں کی تفصیلات پر مشتمل ایک جامع رپورٹ

تنظیم اسلامی پاکستان کے چودھویں سالانہ اجتماع منعقدہ لاہور کے موقع پر امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنے اختتامی خطاب میں اس بات پر اللہ کا دل کی گہرائیوں سے شکر اور اپنے قلبی اطمینان کا اظہار فرمایا تھا کہ اب کسی درجے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ تنظیم اسلامی نے ایک چلتے ہوئے قافلے کی شکل اختیار کر لی ہے۔ مزید بر آں امیر محترم نے اسی موقع پر یہ بھی فرمایا تھا کہ آئندہ سال تنظیم اسلامی کے لئے توسیعِ دعوت کا سال یعنی Launching Year ہوگا۔ انشاء اللہ۔

مرکزی مجلس شوریٰ کے ماہ جون ۹۰ء میں منعقد ہونے والے اجلاس میں پورے پاکستان میں آٹھ بڑے جلسوں کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ سب سے پہلا جلسہ لاہور میں ۳۱ر اگست ۹۰ء کو منعقد کرنا طے پایا تھا لیکن بعض اسباب کی بنا پر اسے قدرے مؤخر کرنا پڑا اور ۴ر اکتوبر کی تاریخ جلسے کے لئے معین کر دی گئی۔ جگہ کی تعیین کا معاملہ لاہور کی تنظیم پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ ۴ر ستمبر ۹۰ء کو لاہور کے نقباء اعلیٰ کے اجلاس میں اس بارے میں حتمی فیصلہ کیا گیا اور باغ بیرون موچی دروازہ میں جلسۂ عام کا انعقاد طے پا گیا۔

اس جلسہ کی تیاریوں کے سلسلے میں چیدہ چیدہ رفقاء کی Meetings تقریباً ایک ماہ قبل ہی شروع ہو گئی تھیں۔ تنظیم اسلامی لاہور کے امیر محترم مرزا ایوب بیگ صاحب نے محترم غازی محمد وقاص صاحب کو ناظمِ جلسہ مقرر فرمایا تھا جبکہ عمران چشتی صاحب اور راقم الحروف کو وقاص صاحب کے نائبین کی ذمہ داری سونپی گئی۔ ہم تینوں رفقاء تقریباً ہر روز تنظیم اسلامی لاہور کے دفتر ۴۔اے مزنگ روڈ لاہور میں عصر کی نماز کے فوراً بعد اکٹھے ہوتے تھے اور عشاء کی نماز کے بعد بھی حسب ضرورت ایک دو گھنٹے مزید ٹھہرتے تھے۔ ہم مختلف امور پر تبادلہ خیال کرتے اور پھر ان امور کو امیرِ لاہور کے سامنے رکھتے تھے۔ اس طرح مختلف امور امیرِ لاہور کی ہدایات کے مطابق final

ہوتے تھے ۔ پھر وقاص صاحب ان طے شدہ امور پر عمل در آمد کے لئے مناسب لائحہ عمل تیار کرتے اور ہم مل جل کر ان امور کو سرانجام دینے کی تگ و دو کرتے تھے۔ یوں امیرِ لاہور' ناظمِ جلسہ اور ان کے دو نائبین کی ایک چھوٹی سی جماعت بن گئی تھی جس میں شامل افراد کا آپس میں بہت ہی قریبی رابطہ تھا۔ جلسے کے جملہ انتظامی امور کا سارا بوجھ آخر وقت تک انہی چند افراد کے کاندھوں پر رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ کام کا بوجھ اتنا زیادہ تھا کہ اگر اللہ کی توفیق شامل حال نہ ہوتی تو یہ مشکل مرحلہ ہرگز بحسن و خوبی طے نہ پاتا۔

جلسے کی تشہیر اور تنظیم اسلامی کی دعوت کو عام کرنے کے لئے درج ذیل پروگرام ترتیب دیئے گئے تھے۔

۱۔ پوسٹرز' دیواروں پر چاکنگ' بینرز' اسٹیکرز اور ہینڈ بل کے ذریعے تشہیر!

۲۔ شہر لاہور میں معروف و مصروف چوکوں اور جمعتہ المبارک کے روز مختلف جامع مساجد کے باہر سٹال لگا کر تنظیم اسلامی کی دعوت پر مبنی کتب فروخت کرنا اور جلسے کے ہینڈ بل تقسیم کرنا۔ نیز پبلک ایڈریس سسٹم کے ذریعہ جلسہ کا اعلان کرنا۔

۳۔ گاڑیوں پر جلسہ عام کے اعلانات کرنا۔

۴۔ ٹی بورڈ مہموں کے ذریعہ تنظیم کی دعوت عام کرنا اور جلسہ کی تشہیر کرنا۔

۵۔ ذاتی رابطوں کے ذریعے جلسے کی تشہیر کرنا۔

۱۔ پوسٹرز' بینرز اور چاکنگ وغیرہ

تشہیری مہم کے اس شعبے کا ناظم محترم عمران چشتی صاحب کو بنایا گیا تھا۔ امیر لاہور کے مشورے سے اس مرتبہ پوسٹرز کو دو مرحلوں میں لگانے کا فیصلہ کیا گیا۔ پہلے مرحلے میں قریباً تین ہزار پوسٹرز پورے لاہور میں لگائے گئے جس میں صرف یہ اطلاع دی گئی تھی کہ امیرِ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ۲۸ اکتوبر ۹۰ء کو باغ بیرون موچی دروازہ میں ایک جلسہ عام سے خطاب فرمائیں گے۔ اس پوسٹر میں خطاب کا عنوان مذکور نہ تھا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق یہ پوسٹر جلسہ سے پندرہ دن قبل دیواروں پر چسپاں کیا گیا' جبکہ دوسرا پوسٹر جس میں امیر تنظیم کے خطاب کا عنوان بھی مذکور تھا' جلسہ سے ایک ہفتہ قبل لگایا گیا۔ برادرم عمران صاحب نے یہ دونوں پوسٹر خوش اسلوبی کے ساتھ رفقاء سے لگوائے اور رفقاء کرام نے بھی اس کام میں بھرپور تعاون کیا۔ جلسہ کے تعارف کے لئے بینرز اس مرتبہ محدود تعداد میں لگائے گئے تھے۔ عمران صاحب نے رفقاء ہی کی مدد سے یہ بینرز شہر میں

موزوں مقامات پر لگوائے۔

اس مرتبہ جلسہ کی تشہیر کے لئے road-cross بینرز کی بجائے دیواروں پر چاکنگ کروانے کا پروگرام بنایا گیا۔ تشہیر کا یہ طریقہ بینرز کے مقابلے میں دیرپا بھی ہوتا ہے اور نسبتاً کم خرچ بھی۔ اس کام کے لئے لاہور میں ایک سو جگہوں کا تعین کیا گیا۔

جلسۂ عام کی اطلاع پر مشتمل آٹھ سو خوبصورت اسٹیکرز بھی چھپوائے گئے تھے' جو کہ رفقاء نے اپنی گاڑیوں کے علاوہ ویگنوں اور رکشاؤں کے پیچھے اُن کے ڈرائیور حضرات سے اجازت لے کر لگائے۔ ان اسٹیکرز نے چلتے پھرتے اشتہارات کا کام دیا۔ مزید بر آں اسی موضوع پر ایک ہینڈ بل بھی بڑی تعداد میں چھپوایا گیا جو مختلف مواقع پر تقسیم کیا گیا۔

۲۔ کتابوں کے اسٹالز

اس مہم کا ناظم راقم کو مقرر کیا گیا تھا۔ ۲۰ر ستمبر ۹۰ء کو تاج پورہ گراؤنڈ (مغل پورہ) میں تبلیغی جماعت کے سالانہ اجتماع لاہور کے موقع پر جمعرات اور جمعۃ المبارک دو دن تنظیم اسلامی کا اسٹال لگایا گیا۔ اسٹال پر تنظیم کی تمام کتب اور کیسٹ رکھی گئی تھیں اور وقتاً فوقتاً ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ امیر محترم کے کسی درس قرآن یا خطاب کی کیسٹ تبلیغی بھائیوں کو سنوائی جاتی تھی۔ اس اجتماع کے موقع پر امیر تنظیم کے خطاب پر مشتمل ایک اہم کتابچہ "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" وسیع پیمانے پر تقسیم کیا گیا۔ مزید بر آں تنظیم کے دیگر تعارفی پمفلٹ بھی تقسیم کئے گئے۔ اس اسٹال کے لگانے میں اسرہ ملتان روڈ نے خصوصی تعاون کیا جبکہ رفیق محترم حافظ محمد اشرف صاحب کا تعاون بھی ہمیں حاصل رہا جن کی جائے رہائش اجتماع گاہ کے قریب ہی واقع ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

۸ر ستمبر ۹۰ء کو تقریباً پینتیس چالیس مساجد میں جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد جلسے کی اطلاع پر مشتمل ایک ہینڈ بل بڑی تعداد میں تقسیم کیا گیا۔ ۸ر ستمبر ہی کو راقم کے زیر انتظام دس جامع مساجد کے باہر نماز جمعۃ المبارک کے موقع پر اسٹال لگائے گئے۔ ان اسٹالوں پر تنظیم اسلامی کی کتب رکھی گئیں اور جلسہ کا ہینڈ بل تقسیم کیا گیا۔ یہ دس مساجد درج ذیل تھیں۔

۱۔ جامع مسجد شہداء
۲۔ جامع مسجد مکی (انار کلی)
۳۔ جامع مسجد اشرفیہ نیلا گنبد
۴۔ جامع مسجد اشرفیہ فیروز پور روڈ
۵۔ جامع مسجد داتا دربار
۶۔ جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ
۷۔ جامع مسجد وزیر خان
۸۔ جامع مسجد قلعہ گوجر سنگھ
۹۔ جامع مسجد قرآن اکیڈمی (ماڈل ٹاؤن)
۱۰۔ جامع مسجد دار السلام

مؤخر الذکر دونوں مساجد میں اسٹال روٹین کے مطابق لگے۔ ۲۹ ستمبر تا ۴ اکتوبر لاہور میں درج ذیل سولہ جگہوں پر سٹال لگائے گئے: موچی دروازہ' بھاٹی دروازہ' لکشمی چوک' اے جی آفس چوک' ریگل چوک (نزد مسجد شہداء)' چوک قرطبہ' چوبرجی چوک' چوک ناخدا' ضلع کچہری چوک' آزادی چوک (نزد مینار پاکستان)' اسٹیشن' چیرنگ کراس' سیکرٹریٹ چوک وغیرہ۔

مقامات کی تعیین کے سلسلے میں راقم نے پورے لاہور کا دو مرتبہ اپنی موٹر بائیک پر سروے کیا اور مندرجہ بالا جگہوں کا تعیّن درج ذیل امور کو سامنے رکھ کر کیا۔

۱۔ ان میں سے تقریباً ہر جگہ سارا دن بہت مصروف رہتی تھی۔

۲۔ ہر مقام پر اسٹال لگانے کی جگہ موجود تھی۔

۳۔ اسٹال کے لئے ایک عدد ٹینٹ بھی اس طرح لگایا جا سکتا تھا کہ وہ اسٹال ہر طرف سے واضح نظر آئے لیکن ٹریفک میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالے۔

۴۔ ہر مقام پر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اعلان کرنے کے لئے بجلی کا کنکشن کسی نزدیکی جگہ سے حاصل کیا جا سکتا تھا۔

ہر روز لاہور میں چار جگہوں پر یہ اسٹال لگتے تھے۔ چاروں مقامات پر ٹینٹ لگوانے اور سمیٹنے کی ذمہ داری رفیق تنظیم محمد احمد صاحب کے سپرد تھی۔ رفقاء صبح نو بجے تا بعد نماز مغرب شفٹوں میں ان اسٹالوں پر حاضر رہتے تھے۔ رفقاء کرام یہاں تنظیم کی دعوت پر مشتمل کتابیں رعایتی قیمتوں پر فروخت کرتے اور دیگر پمفلٹوں کے علاوہ جلسہ کا ہینڈ بل بھی تقسیم کرتے تھے۔ ساتھ ساتھ پبلک ایڈریس سسٹم پر جلسہ عام کا وقفوں وقفوں سے اعلان بھی جاری رہتا۔ ویگنوں اور رکشاؤں کے پیچھے اسٹیکرز اکثر و بیشتر انہی اسٹالوں پر موجود رفقاء نے لگائے۔

۳۔ گاڑیوں پر اعلانات

اس شعبے کا ناظم دلشاد عازم صاحب کو بنایا گیا تھا۔ یکم اکتوبر تا ۴ اکتوبر صبح نو بجے تا رات نو بجے تین عدد سوزوکی پک اپ گاڑیوں پر رفقاء باری باری اعلانات کرتے رہے۔ یہ گاڑیاں اعلانات کرنے کے ساتھ ساتھ سامان اور رفقاء کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کا کام بھی کرتی رہیں۔ اندرونِ شہر کی گلیوں میں گاڑی سہولت سے نہیں جا سکتی تھی لہٰذا اسرہ لوہاری گیٹ کے طاہر اقبال صاحب اور حافظ عرفان صاحب موٹر سائیکل پر پبلک ایڈریس سسٹم فٹ کر کے اعلانات کرتے رہے۔

۴۔ ٹی بورڈ مہمیں

ٹی بورڈ مہم کے ناظم غازی محمد وقاص صاحب بنائے گئے تھے۔ آپ نے رفقاء سے مشورے کے بعد ٹی بورڈ مہم کے روٹوں کو متعین کیا۔ ہر اُس رفیق تک جس نے کہ ٹی بورڈ مہم میں شرکت کرنا تھی، یہ اطلاع پہنچائی گئی کہ اس نے کس دن اور تاریخ کو کتنے بجے کہاں پہنچنا ہے اور یہ کہ اس کا رُوٹ کیا ہو گا۔

ٹی بورڈ مہمیں دو دن یعنی یکم اکتوبر اور دو اکتوبر ۹۰ء کو نکالی گئیں۔ اس کام کے لئے لاہور کو چار حلقوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ یکم اکتوبر کو چاروں حلقہ جات کے رفقاء کو ساڑھے تین بجے اپنی اپنی مقرر کردہ جگہوں یعنی اسٹیشن، چوک ناخدا، موچی دروازہ اور بھاٹی دروازہ پر پہنچنا تھا۔ یہاں سے رفقاء ٹی بورڈ اٹھا کر اور جلسہ کی اطلاع کا ہینڈ بل تقسیم کرتے ہوئے مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے نماز مغرب کے وقت موچی دروازہ پہنچے۔ اسی طرح دوسرے دن دو اکتوبر کو رفقاء ٹی وی اسٹیشن، پرانی انار کلی، مستی گیٹ اور مسجد شہداء سے مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے موچی دروازہ پہنچے۔ ٹی بورڈز پر جلسہ کی اطلاع کا اشتہار اور تنظیم کی دعوت سے متعلق مختلف عبارات چسپاں کی گئی تھیں۔

۵۔ ذاتی رابطے

امیر تنظیمِ لاہور محترم مرزا ایوب بیگ صاحب نے جلسہ عام کے بارے میں ہدایات دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ رفقاء نہ صرف جلسہ عام کی تشہیری مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں بلکہ ساتھ ہی اپنے قریبی احباب، عزیز و اقارب اور دوستوں کو ذاتی رابطوں کے ذریعہ جلسہ عام میں شرکت کی دعوت بھی دیں۔ ۴ر اکتوبر کو جلسہ گاہ کی تیاری اور دیگر انتظامات کا ذمہ لاہور کے پچیس، تیس فعال رفقاء کے سپرد کیا گیا تھا جبکہ لاہور کے بقیہ تمام رفقاء سے یہ کہا گیا تھا کہ وہ جلسہ گاہ میں نماز عشاء کے بعد تشریف لائیں۔ اور اپنے حلقۂ احباب میں سے تنظیم سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو ساتھ لے کر آئیں۔

جلسہ کے پوسٹر و بینر لگانا، اسٹالوں پر کھڑے ہو کر کتابیں بیچنا، ہینڈ بل تقسیم کرنا اور جلسہ کا اعلان کرنا، گاڑیوں پر ان کے مالکان کی اجازت سے اسٹیکر لگانا، گاڑیوں پر اعلانات کرنا، ٹی بورڈ مہم میں شرکت کرنا، ذاتی رابطوں کے ذریعے احباب کو جلسہ میں شرکت پر مائل کرنا، ان تمام امور کے باعث نہ صرف رفقاء مزید متحرک ہوئے بلکہ الحمد للہ دعوت کے سلسلے میں ان کے اندر خود اعتمادی میں بھی کسی قدر اضافہ ہوا۔ مزید بر آں اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ شہر لاہور میں وسیع پیانے پر تنظیم اسلامی کا

تعارف ہو گیا۔ یوں خدا خدا کر کے رات دن ایک کرتے ہوئے جلسۂ عام کا دن آن پہنچا۔

۴ اکتوبر کو صبح نو بجے رفقاء تنظیم جلسہ گاہ میں انتظامات کے سلسلے میں پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ دو ہزار کرسیاں رفقاء نے خود لگائیں۔ جلسہ گاہ کے دونوں اطراف قرآن کی دعوت اور تنظیم اسلامی کے تعارف پر مبنی بینرز لگائے گئے، جن کی عبارات کو احباب نے بہت پسند کیا۔ اسٹیج کے ساتھ بنے ہوئے ۴۵ فٹ بلند اور ۲۵ فٹ چوڑے لوہے کے فریم کو کور کرنے کے لئے تقریباً اتنی ہی لمبائی کا بینر بنوایا گیا تھا جسے رفقاء نے خود ہی آویزاں کیا۔ اس بینر پر سب سے اوپر تنظیم اسلامی کا مونوگرام بنا ہوا تھا، اس کے نیچے تنظیم کی اساسی دعوت 'تجدید ایمان۔ توبہ۔ تجدید عہد' جلی حروف میں لکھا ہوا تھا۔ اور اس سے نیچے عرشی بھوپالی کی نظم کے درج ذیل مصرعے بھی درج تھے۔

ساتھیو ! مشعلوں کو تیز کرو !
جنگ بازوں کا ملک گیروں کا
موت کے سرپھرے نقیبوں کا
قافلہ تیز گام ہے کتنا !
اور بھی قافلوں کو تیز کرو !

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی شان کریمی کے طفیل تنظیم کے رفقاء کو مزید فعال کرے اور ہم سے اپنے دین کی خدمت کا کام لے۔ آمین۔ اس بینر کو رفقا و احباب کے علاوہ امیر محترم نے بھی بہت پسند فرمایا۔

جلسہ گاہ میں بجلی، روشنی اور ایڈریس سسٹم وغیرہ کا انتظام اسرہ سمن آباد کے رفیق محترم سرور بیگ صاحب کے ذمہ تھا۔ انہوں نے تنہا اس ذمہ داری کا بوجھ اٹھایا اور یہ سب انتظامات کروائے۔

جلسہ گاہ سے باہر مین سڑک پر تنظیم اسلامی کا سٹال بھی لگایا گیا تھا جہاں تنظیم اسلامی کا تمام لٹریچر، کتب و کیسٹ کے علاوہ میثاق و حکمت قرآن اور ندا کے تازہ پرچے دستیاب تھے۔

بحمد اللہ جلسہ گاہ کے تمام انتظامات جلسہ کی کارروائی شروع ہونے سے قبل ہی مکمل ہو چکے تھے اور جلسہ کی کارروائی کا آغاز مقررہ وقت پر بعد نماز عشاء رات سوا آٹھ بجے کر دیا گیا تھا۔ فیصل آباد تنظیم کے امیر، محترم ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے تلاوت قرآن حکیم مع ترجمہ و تشریح کے ذریعے جلسہ کی کارروائی کا آغاز کیا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض بھی آپ ہی نے سرانجام دیئے۔ پھر آپ نے امیر تنظیم اسلامی لاہور محترم مرزا ایوب بیگ صاحب سے اسٹیج پر اپنی مخصوص نشست سنبھالنے اور جلسے کی صدارت کرنے کی درخواست کی۔ اس کے علاوہ ناظم تنظیم اسلامی پاکستان محترم ڈاکٹر

عبدالخالق صاحب 'تنظیمِ اسلامی کے نائب امیر محترم قمر سعید صاحب ' ناظم تنظیم اسلامی لاہور محترم غازی محمد وقاص صاحب ناظم مرکزی بیت المال محترم چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب ' معتمد عمومی تنظیم اسلامی پاکستان محترم چوہدری غلام محمد صاحب اور مرکزی مجلس مشاورت کے ارکان کو اسٹیج پر اپنی مخصوص کردہ نشستیں سنبھالنے کی گزارش بھی کی۔

اس کے بعد ناظم مرکزی بیت المال محترم چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ آپ نے اپنے مخصوص عوامی لہجے لیکن علمی انداز میں فرائض دینی کے جامع تصور کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ بٹر صاحب کے خطاب کے دوران ہی امیر محترم اپنے مخصوص باوقار لیکن متین انداز میں ججے تلے قدموں چلتے ہوئے خاموشی سے اسٹیج پر تشریف لائے اور اپنی نشست پر رونق افروز ہوئے۔ بٹر صاحب کے خطاب کے بعد رفیق محترم شکیل احمد صاحب نے اقبال کی ایک نظم "خودی کا سرِ نہاں 'لاالٰہ الّاالله" مترنم انداز میں سنائی۔ بعد ازاں محترم ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے امیر محترم کو دعوتِ خطاب دی۔ امیر محترم نے "نظامِ مصطفیٰ ؐ کے نفاذ کا مصطفویؐ طریق" کے موضوع پر خطاب فرمایا جو کہ اڑھائی گھنٹے تک جاری رہا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق جلسہ گاہ میں کم و بیش ڈھائی ہزار افراد موجود تھے۔ دورانِ خطاب شرکاءِ جلسہ ہمہ تن گوش رہے۔ (اس مکمل خطاب کا خلاصہ ہفت روزہ "ندا" کی ۲۳/ اکتوبر ۸۹ء کی اشاعت میں شائع ہو چکا ہے) خطاب کے اختتام پر حاضرین کا شکریہ ادا کیا گیا کہ وہ دور دراز سے تشریف لائے اور جم کر خطاب سنا۔ نیز شرکاء کو دعوت دی گئی کہ وہ اگلے دن یعنی ۵/ اکتوبر بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب تنظیم اسلامی لاہور کے دفتر ۴۔ اے مزنگ لاہور میں سوال جواب کی نشست میں تشریف لا کر سوال کر سکتے ہیں۔ شرکاء میں اسلام کا انقلابی منشور اور تنظیم اسلامی کے تعارف پر مبنی پمفلٹ اور سوال کرنے کے لئے ایک ورق بھی تقسیم کیا گیا۔ یوں نصف شب کے قریب یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ اس کے بعد رفقاء تنظیم سلان کو سمیٹنے میں لگ گئے۔ تمام سلان سمیٹتے سمیٹتے رات کے ساڑھے بارہ بج گئے۔

گھر واپس آتے ہوئے دل مطمئن تھا کہ ہم جو کچھ کر سکتے تھے 'اللہ کی توفیق سے وہ کوشش ہم نے کی ہے 'اور دل کی گہرائیوں سے یہ دعا نکل رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان حقیر سی کوششوں کو شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین۔

اگلے دن بعد نماز مغرب دفتر تنظیم اسلامی لاہور میں حسب پروگرام سوال جواب کی نشست ہوئی۔ اچھی خاصی تعداد میں شرکاء شاملِ محفل تھے۔ امیر محترم نے شرکاء کے سوالات کے تشفی بخش جوابات دیئے۔ ربّنا تقبّل مِنّا انّک انت السّمیعُ العلیم (مرتب: محمد راشد)

"تنظیم اسلامی کا یہ جلسہ "کھری ٹائپ" کا تھا"
جلسے کے بارے میں ہفت روزہ "زندگی" کی رپورٹ

تنظیم اسلامی کا یہ پہلا جلسہ تھا جو عوامی سطح پر منعقد ہو رہا تھا۔ لاہور کے ہائیڈ پارک بیرون موچی دروازہ میں رات ساڑھے آٹھ بجے کا وقت جلسہ شروع ہونے کے لئے مقرر تھا۔ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے تلاوت کلام پاک سے جلسے کا آغاز ہو گیا۔ اگرچہ اس وقت تک لوگ بہت بڑی تعداد میں نہیں پہنچے تھے۔ جلسہ گاہ سے باہر عوام سے زیادہ پولیس کے جوان تھے۔ جلسہ گاہ میں بڑی تعداد میں بینر لگائے گئے تھے۔ جن پر تنظیم اسلامی نے اپنے نعرے درج کر رکھے تھے۔

"پاکستان کا استحکام اور مستقبل میں برقرار رہنا صرف اور صرف اسلام سے وابستہ ہے۔"

"مسلمانوں کے لئے ایک دوسرے کی عزت' جان و مال کا احترام مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے۔"

ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے تلاوت کلام پاک کے بعد متعلقہ آیات مبارکہ کی مناسبت سے تقریر کی۔ یوں باقاعدہ جلسے کی کاروائی کا آغاز ہو گیا۔ اس کے فوراً بعد تنظیم کے عہدے داران کو سٹیج پر تشریف لانے کے لئے کہا گیا۔ مرزا ایوب صاحب امیر تنظیم اسلامی لاہور' صدرِ جلسہ تھے۔ ان کے علاوہ قمر سعید قریشی نائب امیر' ڈاکٹر عبدالخالق ناظم اعلیٰ' چوہدری غلام محمد صاحب معتمد عمومی' رحمت اللہ بٹر مرکزی ناظم بیت المال' مرکزی ناظم مکتبہ عبدالرزاق' تنظیم اسلامی لاہور کے ناظم غازی محمد وقاص' مجلس مشاورت کے اراکین الطاف حسین' فیاض حکیم' شاہد احمد عبداللہ' شمس الحق اعوان صاحبان سٹیج پر پہنچ گئے۔

جب تک ڈاکٹر صاحب تشریف نہ لائے' اس دوران جناب رحمت اللہ بٹر صاحب نے مائیک سنبھالا اور انتہائی علمی تقریر سے سامعین کو نوازا۔ انہوں نے تفصیل سے بتایا کہ دین کیا ہے' کسے کہتے ہیں نیز ملوکیت اور اسلامی نظام میں کیا فرق ہے۔ انہوں نے کہا کہ اکثر اسلامی ممالک میں اور خود ہمارے برصغیر میں بادشاہی نظام رائج رہا ہے۔ جس میں بادشاہ کو ہر معاملے میں مرکزیت حاصل ہوتی ہے۔ اسے "دین الملک" کہتے ہیں۔ اب دین میں عوام کی رضا مطلوب ہے۔ اس لئے انہیں خوش کرنے کے لئے "دینِ جمہور" نافذ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ارشاد خداوندی ہے کہ اللہ ہی کے دین کو

قائم رکھو' اگر قائم نہیں ہے تو اسے قائم کرنے کے لئے تن 'من 'دھن سب کچھ نچھاور کر دو۔ اسلام ہی کو قرآن پاک میں دینِ حق کہا گیا ہے۔ اگر ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں تو ہمارے دستور میں لکھا ہونا چاہیئے کہ کوئی قانون اللہ کے قانون کے خلاف نہیں بنے گا۔ ہم نے دو سو سال کا عرصہ اللہ کے دین کے بغیر گذارا۔ انگریز نے ہندوستان میں اپنا قانون نافذ کیا۔ ہمارا سیاسی نظام "دینِ انگریز" پر مبنی تھا۔ صرف انفرادی طور پر جو عقیدہ چاہے رکھ سکتے تھے اور جس طرح کی رسومات چاہیں ادا کر سکتے تھے' ہمیں یہی آزادی حاصل تھی۔ ہماری آٹھ دس نسلیں انگریز کے اس دور سے گزری ہیں۔ جنہیں یہی معلوم تھا کہ ایک عقیدہ اور چند رسومات کا نام ہی دین ہے۔ ہمارا پورا نظام خواہ وہ سیاسی ہے' معاشی یا معاشرتی ہے' اسی انگریز ہی کا قائم کردہ ہے۔

خدا کے دین کے قیام کے بعد ہر سطح پر عدل اجتماعی قائم ہو جاتا ہے اور یہی وہ نظام ہے جو اللہ چاہتا ہے اِس نظام کے قائم ہونے کے بعد تمام انسانوں کی زندگیوں اور ان کے معاملات پر دین غالب آ جاتا ہے۔ یہی دعوت ہے تنظیم اسلامی کی اور اسی دعوت کو ہم اپنے ملک ہی میں نہیں' اللہ کی ساری زمین پر پھیلا دینا چاہتے ہیں۔

بنر صاحب کی پر مغز تقریر ابھی ختم ہوئی ہی تھی کہ اس دوران میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی آمد کا غلغلہ بلند ہوا۔ سٹیج سے اعلان ہوا کہ جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ ان کی تقریر سے پہلے شکیل احمد صاحب نے کلام اقبال پیش کیا۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنی تقریر کا آغاز کیا تو نو بج چکے تھے۔ جلسہ گاہ میں رکھی گئی تمام کرسیاں سامعین سے پُر ہو چکی تھیں۔ موچی دروازے کی جلسہ گاہ کی سیڑھیوں پر ان گنت لوگ بیٹھنے لگے تھے۔ لوگ بہت توجہ سے ان کی نکتہ آفرینیاں سن رہے تھے۔ جلسہ گاہ میں دوسرے جلسوں کے برعکس انتہائی سکون' خاموشی اور امن تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے حاضرین کی تعداد دیکھ کر بڑے وقار سے کہا: "آج کل الیکشن کی گہما گہمی ہے اور لوگ زیادہ تر سیاسی جلسوں ہی کا رخ کرتے ہیں۔ ہمیں اندیشہ تھا کہ شاید زیادہ لوگ شریک نہ ہوں، کیونکہ ہم ایک غیر سیاسی جماعت ہیں۔ ہم جمہوری روایات کے زبردست حامی ہیں، لیکن خود دانستہ اس سے ایک طرف اور الگ تھلگ رہتے ہیں۔ لوگ سوچتے ہوں گے کہ ایک طرف انتخاب کی حمایت اور دوسری طرف اس سے کنارہ کشی؟ آخر ایسا کیوں؟ میں آج یہاں اس کی وضاحت بھی کروں گا۔ اور عالم اسلام اور پاکستان کو درپیش مسائل کا ذکر بھی ہو گا"۔

پھر دور تک پھیلے لوگوں کے سروں کی فصل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "اس جلسے کے حاضرین

جو خود چل کر یہاں آئے اور جن کی تعداد کے بارے میں سٹیج سے کوئی دعوے نہیں کئے جا رہے' ہماری توقع سے زیادہ ہیں۔ سالہا سال سے ہمارے ملک میں جلسوں کے اہتمام و انصرام نے جو انداز اختیار کر لیا ہے اس کے آج بھی پورے زور شور سے رائج ہوتے ہوئے چند ہزار مسلمان بھائی بہنوں کا میری وہ باتیں سننے کے لئے جمع ہو جانا بہت غنیمت ہے جو الیکشن کے بخار اور ووٹوں کے بیوپار کے موسم میں بڑی اوپری اور اجنبی سی لگیں گی۔ میں سب حاضرین و سامعین کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور پریس کے ان نمائندوں کا بھی جو اس روکھے پھیکے جلسے کو دیکھنے اور رپورٹ کرنے کے لئے تشریف لائے۔ ہمیں اپنا پیغام آپ تک پہنچانے کے لئے موزوں وقت کا انتظار کرنا چاہئے تھا لیکن افسوس کہ وقت تیزی کے ساتھ ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے اور کیا عجب پھر اتمامِ حجت کا موقع ہی نہ رہے' دل کی بات دل میں ہی رہ جائے۔"

مسلمانوں کی بے بسی' لاچاری اور پستی کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے فرمایا: "دنیا کی مسلمان اقوام پر عجب وقت آن پڑا ہے جنہیں اقوام کہتے دل دکھتا تو ہے لیکن مجبوری ہے کہ عملاً وہ ایک قوم نہیں۔ کرۂ ارضی پر پھیلے سوا ارب مسلمان ہر طرح کے وسائل سے مالا مال ہوتے اور چالیس سے زیادہ بظاہر آزاد و خود مختار ملکوں میں بر سر اقتدار رہتے ہوئے بھی کیوں ذلیل و خوار ہیں اور دنیا کے معاملات میں ان کی حیثیت صفر کیوں ہو گئی' افسوس کہ اس پر غور کرنے اور اس سے سبق حاصل کرنے کی ہمیں فرصت نہیں اور شاید ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی حالانکہ ہر مسلمان کے لئے اس کی وجہ سامنے دیوار پر لکھی ہوئی ہے۔ ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے تو اقوام عالم کی سرداری اور امامت کے منصب پر فائز تھے۔ ان کی اطاعت کا قلادہ ہم نے اپنی گردنوں سے اتار پھینکا تو اب ہما شما میں سے ہر کوئی ہمارا آقا اور حاجت روا ہے۔"

"مسلمانوں میں عرب اس اعتبار سے ممتاز ہیں کہ کم از کم زبان کے اعتبار سے رائج الوقت معیار کے مطابق بھی ایک قوم ہیں۔ انسانیت کے لئے آخری اور ابدی ہدایت نامہ قرآن مجید ان کی زبان میں نازل ہوا' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی کے درمیان مبعوث ہوئے اور مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ ان کے قبضہ میں ہیں۔ سوائے بیت المقدس کے جو ان کی نالائقی کے باعث تیئس ۲۳ سال پہلے ہاتھ سے نکل گیا جبکہ اہل پاکستان کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ ان کا ملک اسلام کے نام پر اور اسلام کے نظام حیات کو زمین کے ایک ٹکڑے پر عملاً نافذ کرنے کے لئے عالمِ وجود میں آیا اور نہ اللہ تعالیٰ سے قول و قرار کے نتیجے میں اس کی خاص عنایت کے طفیل معجزانہ طور پر ظہور میں آنے سے پہلے نہ کرہ ارضی کے نقشے پر کہیں اس کا نشان تھا نہ دنیا کی کسی لغت میں یہ نام پایا جاتا تھا۔ ہمارا دیس

صحیح معنوں میں اسلام ہے اور مصطفوی ہونے کے سوا ہماری کوئی پہچان نہیں "۔ حیرت ہے کہ خاصے بڑے اجتماع میں لوگ انتہائی امن سے ڈاکٹر صاحب کی دلکش اور دردمندی سے بھرپور تقریر سن رہے تھے۔ نہ کوئی بے جا نعرہ بازی ہو رہی تھی اور نہ ہی کہیں ہلڑ بازی کا منظر تھا۔ تنظیم اسلامی کا یہ جلسہ "وکھری ٹائپ" کا تھا۔

تقریر جاری تھی، علم کا ایک دریا تھا جو میانہ رفتاری سے بہہ رہا تھا۔ جوش عنقا تھا اور صاحبِ علم اور باکمال مقرر نہایت ہوش کے ساتھ، اپنی طبیعت اور مزاج کے عین مطابق لوگوں کے دلوں میں گھر کرتا جا رہا تھا۔ لوگوں نے سنا اور دل کے "کانوں" سے سنا، ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے :

"نظام مصطفوی اگر اسی کا نام ہے اور آپ کا دل گواہی دے گا کہ اسی کا نام ہے تو سنجیدگی کے ساتھ ذرا سے غور و فکر کے بعد اس حقیقت کا بھی آپ کو یقین حاصل ہو جائے گا کہ نظامِ مصطفوی ان حیلے بہانوں اور ان راستوں سے نہیں آسکتا جو اس قوم کے رہنماؤں نے آج تک اختیار کئے اور جن کا شور و غوغا موجودہ انتخابی مہم میں پھر آپ کے کان پھاڑ رہا ہے۔ انتخابات ملک پر مسلط بدترین جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ استحصالی نظام کو قائم رکھنے اور عوام کی گردن پر استحصالی عناصر کی گرفت کو مضبوط تر کرنے کا ذریعہ ہیں ۔ یہ حاضر و موجود باطل نظام کو مستحکم کرنے کے لئے ہیں۔ اسے نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کی تمہید کہنا یا سمجھنا پرلے درجے کی بے وقوفی یا کم از کم بڑی ہی سادہ لوحی ہے، ان لوگوں پر ایک نظر تو ڈالئے جو آپ کی قیادت و سیادت کے لئے میدان میں آئے ہیں۔ یہ جاگیردار، زمیندار، وڈیرے، سرمایہ دار، سمگلر اور کالے دھندے کے ذریعے راتوں رات امیر بن جانے والے کیا نظامِ مصطفیٰ لا کر اپنے ہاتھوں سے اپنی قبریں کھودیں گے ؟ ان میں خال خال نظر آنے والے چند آدمی اگر مخلص بھی ہیں تو کیا وہ کامیاب ہوں گے اور کامیاب ہو گئے تو کیا مفاد پرستوں کی عظیم اکثریت کے مقابلے میں مؤثر ہو سکیں گے ؟ ہرگز نہیں، یہ ناممکن ہے۔ ہمیں اگر نظام بدلنا ہے تو یہ انتخابات کے ذریعے نہیں، انقلاب سے ہو گا"۔

"مصطفوی انقلاب" کا نعرہ ایک اور "صاحب" بھی لگاتے ہیں اور گذشتہ ڈیڑھ سال سے بڑے تسلسل سے لگا رہے ہیں لیکن ان کی زندگی میں سوائے اپنی معاشی زندگی میں انقلاب آنے کے کہیں انقلاب نظر نہیں آتا"۔ ڈاکٹر صاحب نے مصطفوی انقلاب کی برکات اور معنی کی پردہ کشائی کرتے ہوئے فرمایا :

"مصطفوی نظام کی برکات سے پاکستان کو روشناس کرنے کا واحد طریقہ موجودہ فاسد نظام کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکنے کی انقلابی جدوجہد ہے اور مصطفوی انقلاب کے لئے یہ انقلابی جدوجہد بھی خود

ساختہ طور طریقوں پر یا دنیا کی دوسری جھوٹی بچی انقلابی تحریکوں سے مانگے تانگے نقلی نسخوں کے استعمال سے ہرگز کامیاب نہ ہوگی اِس کا واحد راستہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے۔ آپ نے تاریخ انسانی کا مکمل ترین اور واحد ہمہ گیر انقلاب برپا کرکے دکھایا اور یہ مثالی کارنامہ جس طرح انجام دیا' اس کی ایک ایک تفصیل ہماری رہنمائی کے لئے قرآن مجید' احادیث نبوی اور سیرت مطہرہ میں محفوظ ہے۔ ہمیں اس کی پیروی کرتے ہوئے جادہ انقلاب پر قدم بقدم آگے بڑھنا ہے۔ جس پر استقامت سے چلتے ہوئے ہم انقلاب مصطفوی برپا کرنے میں کامیاب ہوگئے تو یہی ہمارا فرض منصبی ہے اور اگر ناکام ہوئے تب بھی بازی ہار نہیں جائیں گے کیونکہ ہمیں اصل فکر آخرت میں کامیاب و کامران ہونے کی ہے ۔ فلاحِ اخروی اور حصولِ رضائے الٰہی ہمارا اصل مطلوب و مقصود ہے جس کی دونوں ہی صورتوں میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بشارت دی ہے۔ "

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی نجی زندگی میں جس طرح سادگی اور بے باکی کے عنصر نمایاں ہیں' ان کی گفتگو میں بھی یہ عناصر پوری طرح نمایاں بلکہ غالب نظر آتا ہے۔ انکسار کے ساتھ گھن گرج لہجے میں وہ لوگوں سے اپیل کر رہے تھے :

" تنظیم اسلامی مصطفوی انقلاب کی اسی جدوجہد کے لئے قائم ہوئی اور اپنی چھوٹی سی افرادی قوت کو اسی کے لئے میدان میں لائی ہے۔ جماعت سازی کے مسنون طریقے یعنی بیعت کی بنیاد پر دعوت' تنظیم اور تربیت کے ابتدائی مرحلے میں یہ جماعت طنز و تضحیک کے مقابلے میں صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ سے درخواست کرتی ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ کے عذاب سے بچانے کے لئے' اپنے ملک میں عدل و قسط پر مبنی نظامِ مصطفیٰ کو برپا کرکے اپنی اور اپنی اگلی نسلوں کی دنیا سنوارنے کی غرض سے اور فلاح اخروی و حصولِ رضائے الٰہی کی اصل کامیابی سے ہمکنار ہونے کے اعلیٰ ترین مقصد کی خاطر ہمارے قافلے میں شامل ہو جایئے۔ ہمارا پیغام سمجھئے' ہمارا طریق کار دیکھئے اور ہمارے مقاصد کا ادراک حاصل کیجئے۔ ہمیں سیاسی جماعتوں کی طرح جوق در جوق شمولیت درکار نہیں' ایک ایک مسلمان اپنے ایمان کی تجدید کا شعوری فیصلہ کرے' اس زندگی پر جو اللہ کی اطاعت سے آزاد گزری' صدق دل سے توبہ کرے اور تجدیدِ عہد کرے کہ اس کارِ رسالت' اس مشن کی تکمیل میں اپنا تن من دھن لگا دے گا جو ختم نبوت کے بعد ہمارا اجتماعی اور انفرادی فریضہ ہے اِس کے بعد وہ ہمارا رفیق ہوگا اور ہماری قوت میں اضافے کا باعث بنے گا جو ہم انقلابِ مصطفوی برپا کرنے کے لئے فراہم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ "

(باقی صفحہ ۶۳ پر)

خطوط و نکات

(۱)

مکتوبِ گرامی مولانا سیّد اخلاق حسین قاسمی، دہلوی

حضرت ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

بیرونی اسفار خاص طور پر اسپین کا سفر مبارک ہو۔۔۔ مقبول ہو۔

اقتدار صاحب کو خدا تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور غیب سے ان کی مدد کرے، 'ندا' کے ذریعے اور 'میثاق' و 'حکمت قرآن' کے ذریعے آپ کی خدماتِ دینی کا علم ہوتا رہتا ہے۔

دنیائے عرب کی موجودہ تبدیلی پر آپ کا تبصرہ پڑھا۔ آپ نے مرحوم مولانا حامد میاں صاحب کے حوالہ سے احادیث کی پیشین گوئیوں کی طرف اشارہ فرمایا اور بڑے وثوق کے ساتھ فرمایا۔ لیکن بزرگ محترم! احادیث پر نظر رکھنے والے حضرات سے استصواب کے بعد عرض کر رہا ہوں کہ صحیح احادیث میں ایسی کوئی بات مذکور نہیں۔ غیر مستند کتب حدیث میں فتن کے بارے میں جو احادیث مروی ہیں وہ تمام کی تمام غیر مستند ہیں۔ شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ کی طرف "آثارِ قیامت" نامی ایک کتاب منسوب ہے، اس میں بے شمار روایات جمع کردی گئی ہیں، مگر اس کتاب کو ایک افسانہ کہا گیا ہے اور شاہ صاحب کی طرف اس کی نسبت کو بھی مشکوک قرار دیا گیا ہے۔

سعودی عربیہ کی امداد کے بارے میں آپ کی محتاط اپیل قابل تعریف ہے۔ الحمد للہ آپ بہت ہی غیر طرفداری کے ساتھ آنے والے خطرات سے آگاہ فرما دیتے ہیں۔

ہندوستان کے اکابرِ علم میں مولانا علی میاں اور ان کی جماعت بالکل خاموش ہے۔ مولانا اسعد میاں کا تعلق دونوں محاذوں سے ہے، عراق سے ان کا تعلق نظریاتی ہے اور سعودیہ میں ان کا خاندان آباد ہے اور وہ رابطہ عالم اسلامی کے ممبر ہیں۔ انہوں نے دونوں کی مذمت کی ہے۔ اہل حدیث حضرات کھل کر صدام حسین کی مخالفت کر رہے ہیں اور امریکی افواج کی آمد کو حق بجانب قرار دے رہے ہیں۔ بہت جلد امریکی افواج کی حمایت میں

"وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصٰرٰى۔
(المائدہ: ۸۲) کی تلاوت کی جانے والی ہے۔ علی میاں صاحب کی نظر مستقبل کے خطرات پر ہے۔ مئی میں منعقد ہونے والی بغداد کانفرنس (جس میں یہ احقر بھی شریک تھا) میں جن علمائے ازہر نے صدام کو مجاہد اعظم قرار دیا تھا اور رو رو کر اسرائیل کے خلاف صدام کی حمایت کا اعلان کیا تھا آج وہ دوسرے ہی قسم کے بیانات جاری کر رہے ہیں۔ سعودی علماء اور اخوانی علماء کا بھی یہی حال ہے۔ اب یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خمینی صاحب کی آہیں ان عربوں کو گھیر رہی ہیں۔ عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔
ایک سوال یہ ہے کہ "اَخْرِجُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ"
کی وصیت کی تکمیل کے بعد کیا یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ یہود و نصاریٰ کے قدم اس سرزمین پر پڑے ہیں۔ تاریخ پر آپ کی نظر وسیع ہے، اس مسئلہ کی وضاحت کا منتظر رہوں گا۔

اقتدار صاحب کا شکریہ ادا کردیں کہ انہوں نے 'ندا' کی دوبارہ اشاعت میں بھی اس احقر کو یاد رکھا۔

جملہ احباب و اعزّہ کی خدمت میں سلام مسنون!

اخلاق حسین قاسمی
۱۵ ستمبر ۹۰ء

―――(۲)―――

انگریزی میں دورۂ ترجمۂ قرآن کی ضرورت و اہمیت

دیارِ فرنگ سے جناب طارق یوسف رجبی کا مکتوب

محترم ڈاکٹر صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

امید ہے آپ معہ اہل و عیال کے بخیریت ہوں گے۔ آپ سے ہماری بہت تھوڑی سی ملاقات افسر صدیقی (طٰہٰ پبلشر) صاحب کے ساتھ ہوئی جبکہ آپ دوپہر کا کھانا کھا کر سونے کی تیاری کر رہے تھے۔ زیادہ تر گفتگو بھی افسر صاحب کے ساتھ ہوئی۔ میں اس رات کے پروگرام کرائیڈن میں نہ آسکا کیونکہ اُسی وقت مجھے اپنی فیملی کے ساتھ ہیسٹنگز

آنا تھا۔ اس روز صبح سے ہم لوگ آپ کے پیچھے پیچھے دوڑ رہے تھے اور جہاں جہاں پہنچتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ دوسری جگہ جا چکے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مجھے آپ سے بات کرنے کا موقع نہیں مل سکا جس کے لئے خاص طور پر میں نے افسر صاحب کو آمادہ کیا تھا کہ وہ مجھے کسی سکون اور اطمینان کی جگہ پر ملوائیں گے۔ خیر اللہ کی مرضی ہی یہی تھی۔

میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا۔ اپنی بات تھوڑے سے الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس لئے پلیز میری بات کو سنجیدگی سے لیجئے گا۔

میں نے آپ کے جو کیسٹ دیکھے اور سنے ہیں (تقریباً ۱۵۰) اُن کا موضوع پرانے طریقوں سے ہٹ کر قرآن کی روشنی میں اسلام کے صحیح تقاضے کو بھرپور اور Modern Terminology میں "پڑھے لکھے" لوگوں کو سمجھانا تھا۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے آپ کو اس کا بہترین فہم دیا ہے اور آپ کا طریقۂ بیان (Expression) بہترین ہے اور جو لوگ بھی آپ کے لکچر کو سمجھ سکے ہیں ان کا آپ نے ذہن بدل دیا ہے۔

لیکن آپ کو میں کیا بتاؤں ــــــ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی کہا ہے کہ ہر قوم کے لئے اس پاک بے نیاز نے انہی کی زبان بولنے والا رسول بھیجا ہے۔ اور اب آخری رسول کے بعد ان کی امت کا بھی وہی کام رہ گیا ہے جو کہ رسولوں کا تھا اور آپ بھی یہی کہتے رہتے ہیں کہ آپ کا دائرہ کار بھی آج کے پڑھے لکھے لوگ ہیں ــــ سب سے ضروری بات تو یہ ہے کہ آپ یہ بھول رہے ہیں کہ آج کے پڑھے لکھے لوگوں کی اردو بہت کمزور یا نہیں کے برابر ہے۔ جنہوں نے اردو زبان قاعدے سے پڑھی ہے ان کی نظر سے بہتیرے لٹریچر پہلے ہی گزر گئے ہوں گے۔ آج کل تو ضرورت اس بات کی ہے جنہوں نے روٹی یا معیار زندگی کے لئے تعلیم حاصل کی ہے انہیں یہ بتایا جائے کہ قرآن ان کے Imagination سے بہت زیادہ Forward ہے۔ ورنہ وہ تو یہ سمجھے بیٹھے ہیں جس طرح مذہبی لوگ مالی اعتبار سے اتنے کامیاب نہیں ہیں' اسی طرح ان کے لئے بھی اس لائن پر چلنا وقت کی بربادی ہوگی۔ ٹریجڈی اس بات کی بھی ہے کہ ہمارے برصغیر میں (ہندوستان پاکستان) عربی جاننے والے عالم بہت کم ہیں اور بڑے بڑے مذہبی اداروں میں ہی رہ گئے ہیں۔ شہروں اور گاؤں کی مسجدوں میں ویسے ہی مولانا کام چلا رہے ہیں جنہیں ہم

Bluntly Religious Quacks کہہ سکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے "Islam Made Easy" قسم کی کتابیں پڑھ کر یا بزرگوں کی شاگردی کرکے اور دس پندرہ سورتیں اور دعائیں یاد کرکے اپنی روزی روٹی کا انتظام کرلیا ہے۔ یہ سلسلہ صدیوں سے چلا آرہا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ لوگ مولویوں کی عزت بھی نہیں کرتے اور ان کا گزر بھی محلے کی روٹیوں پر ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کی خاطر اسلامی اصولوں کی قربانی کرتے رہتے ہیں جو کہ ان کی بدنامی کا سبب بھی بن جاتی ہیں۔ غرضیکہ یہ Vicious Circle چلتا رہا ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ کب تک چلتا رہے گا۔

آپ نے اپنے "اقامت دین" کے موضوع پر ہر ایک کو Invite کیا ہے Coax کیا ہے اور للکارا ہے کہ تن من لگادیں اللہ کی راہ میں نتیجے کی پرواہ کئے بغیر۔۔۔۔۔اب یہ ناچیز اس بات کی جرأت کررہا ہے کہ آپ سے بھی اُسی درجے کی قربانی کی مانگ کرے۔ اور وہ بھی اس لئے کہ بہت وقت لگتا ہے اور سینکڑوں خاندانوں کی کتنی پشتیں گزر جاتی ہیں جب آپ اور مرحوم مولانا مودودی جیسے روشن دماغ والے اس Conviction پر دین کا کام کرتے ہیں کہ یہ ان کا فرض ہے۔۔۔۔۔ مولانا مودودی یا ان کے پائے کے اور بھی ہندو پاک کے علماء کتابیں لکھ گئے ہیں اور لکھتے رہیں گے۔ لیکن ان کتابوں کو صرف وہی لوگ پڑھیں گے جو کہ پہلے سے Motivated ہوں۔ ہم نے بہت پہلے سے یہ محسوس کیا ہے کہ اسی طرح تبلیغی جماعت والے لوگ بھی انہی لوگوں پر زیادہ بار بنتے ہیں جو پہلے سے مسجد جاتے رہتے ہیں Half hearted یا دوسرے طریقے سے Reasonable لوگ اگر کسی طرح بھی Reasonable Arguments سے بلائے جائیں تو بہت ممکن ہے کہ ان کے دماغ میں کچھ گھس سکے۔ ہمارا یہ کہہ دینا صحیح نہیں ہوگا کہ یہ ان کا اپنا فرض ہے یا اگر اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دینا چاہے گا تو خود دے دے گا۔ سوال اس بات کا ہے کہ کس درجے کی ہدایت دے گا۔ ان کو تفصیل سے تو انسان ہی بتا سکتے ہیں۔ اس طرح سے کتنے ہی نیک لوگ زندہ ہیں اور گزر گئے ہیں جنہوں نے مذہب کی اندھی تقلید کی ہے اور نیک نیتی اور سادگی سے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا اجر تو ان کو دے گا لیکن کیا یہ مسلمان کا فرض نہیں ہے کہ اگر

اُسے روشنی ملی ہے تو وہ اس روشنی کو دوسروں تک بھی پہنچائے۔

آپ سے ہماری ملاقات اس مرتبہ جب لندن میں ہوئی تو آپ نے اپنی تھکاوٹ کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہا کہ آپ نے اپنا کام کردیا ہے اب یہ ہم لوگوں اور ہم جیسے اور لوگوں کا فرض ہے کہ آپ کے کام کو آگے بڑھائیں ---- آپ کو خود احساس ہوگا کہ تھکاوٹ میں جو عبادت کی جاتی ہے اس کا ثواب کتنا زیادہ ہے!۔

اور یہ جسمانی تھکاوٹ تو جسم ہی کی طرح Temporary ہوتی ہے۔ اس سے اثر انداز ہو کر انسان آخرت کی زندگی کا خیال تو نہیں چھوڑتا!

اتنی تمہید میرے خیال سے کافی ہوگی۔ اب میں آپ سے صاف صاف یہ گزارش کر رہا ہوں اور آپ کے مذہبی جذبے کو جھنجھوڑ رہا ہوں اور للکار رہا ہوں ---- چاہے آپ کو خدانخواستہ اپنی پلنگ پر سے ہی بولنا پڑے آپ کا بھی ایک ضروری فرض چھوٹ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو Medicine پڑھوایا تاکہ آپ روشن دماغ ہو سکیں اور English Medium میں پڑھوایا تاکہ آپ اس زبان میں بھی Communicate کر سکیں۔ تب یہ فرض آپ کیوں چھوڑے دے رہے ہیں ------ اب کون آئے گا' کس خاندان سے آئے گا اور کتنے سال کے بعد آئے گا جو کہ یہ کام کر سکے گا؟ اللہ کی مرضی ہے کہ آپ اس دور کے انسان ہیں جس میں کوئی اپنی آواز اور اپنی شکل اور طرز بیان ہمیشہ کے لئے ریکارڈ کروا سکتا ہے تاکہ اس کے بعد آنے والی نسلیں بھی اس کو اسی طرح دیکھ سکتی ہیں جیسے اس کے Contemporary لوگ ---- میرا مطلب انگریزی میں وڈیو کیسٹ سے ہے!

میرا دل تڑپتا ہے کہ میں نے جتنا آپ کے کیسٹ سے سیکھا ہے اپنی اولاد کو انگریزی میں نہیں سکھا سکتا۔ میرا دل تڑپتا ہے کہ جو دو چار نو مسلم انگریز ہمارے دوستوں میں سے ہیں اور جنہوں نے ہم سے بہت زیادہ قربانی دے کر ہدایت کا راستہ حاصل کیا ہے اور جو کہ دماغی طور پر Capable بھی ہیں ان کو قرآن شریف کے گہرے حقائق سمجھا نہیں سکتا ---- اس لئے کہ میں ڈاکٹر اسرار احمد نہیں ہوں ------- آپ ڈاکٹر اسرار احمد ہیں! آپ ہی یہ کام کر سکتے ہیں اِس دور میں۔ ہمیں کوئی دوسرا انسان نظر نہیں آتا۔ اور آپ اب اس طرح سے ہاتھ پیر ڈھیل کر بیٹھنا چاہتے ہیں جیسے کہ آپ نے اپنی Inning کھیل لی ہے

------ میں یہ کسی طرح ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ آپ نے اپنا کام پورا کر دیا ہے۔ جس درجے کی اردو میں آپ کے کیسٹ ہیں اس درجے کی اردو جاننے والے بہت کم لوگ رہ گئے ہیں اور آپ ابھی بھی اللہ کے کرم سے اسی دور میں سانس لے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کام کے لئے دوہری زندگی اور صحت عطا فرمائے' آپ کو یہ کام کرنا ہوگا چاہے جیسے بھی ہو ------- یہ حق ہم لوگوں کا آپ پر ہے اور آپ کا اپنا فرض بھی ہے ------ چھوٹا منہ بڑی بات' اب زیادہ نہیں لکھوں گا لیکن آپ کے Intelligence سے یہ امید ضرور رکھوں گا کہ جس طرح اس وقت میرا دل جذبات کی رو میں تیزی سے دھڑک رہا ہے اور میں ادب اور لحاظ کی وجہ سے اپنے قلم کو گستاخی سے روک رہا ہوں آپ اس کا بخوبی اندازہ کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے وہ کام کرنے کو نہیں کہا جو کہ خود نہ کرتے رہے ہوں ------ یہ کام آپ کا جہاد ہے !!

اگر میں جذبات کی رو میں گستاخی کر گیا ہوں یا آپ کا وقت ضائع کر رہا ہوں تو معاف کیجئے گا۔ میں بہت عرصے سے آپ کو یہ خط لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن نہ تو فرصت ملتی تھی اور نہ ذہنی سکون۔ آج اللہ کی مرضی ہوئی تو اس قابل ہوا ہوں۔

آپ کے لندن کی تنظیم کے امیر کے پاس آپ کے انگریزی کے دو چار وڈیو کیسٹ جو بنے ہیں وہ بھی نہیں ہیں۔ اگر انہیں بھجوا سکیں تو مہربانی ہوگی۔ میں اپنے گھر سے دعوت کا کام کرتا ہوں۔ انگریزوں کو بلاتا ہوں اور وڈیو کیسٹ دکھاتا ہوں۔ اس سے زیادہ Cost Eff-ective طریقہ ہمیں کوئی اور نہیں دکھائی پڑتا کہ بڑے سے بڑے عالم سے اپنے لاؤنج میں انسان لکچر سن لے اور جتنی مرتبہ چاہے سنے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے جس کی ہر مسلمان کی خواہش ہے اور صحت مند اور لمبی زندگی عطا فرمائے تاکہ آپ اور زیادہ سے زیادہ قوم کو فائدہ پہنچا سکیں۔ گھر میں سلام کہئے گا۔

فقط ناچیز

طارق

TARIQ YOUSUF RAJBEE

۷ اکتوبر ۹۰ء

(۳)

امیر لاہور کے نام جناب مختار حسین فاروقی کا مکتوب

محترمی جناب مرزا ایوب بیگ صاحب۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

شہر لاہور میں موچی دروازہ کا ۱۴ اکتوبر کا جلسہ عام آپ کے زیر انتظام تھا الحمد للہ کہ یہ جلسہ بخیرو خوبی انجام پاگیا۔

یوں تو رفقائے تنظیم کی سب سے بڑی تعداد آپ کے زیر کمان اس جلسہ کے انتظامات کے لئے شب و روز ہمہ تن مصروف رہی اور اس میں اکابرین کے مشورے اور دعائیں بھی شاملِ حال ہوں گی مگر جلسہ گاہ کے عمدہ انتظامات' نظم و ضبط' حسن اور سلیقہ' پوسٹرز کی کتابت اور طباعت اور مربوط پبلسٹی غرض یہ کہ ہر لحاظ سے یہ موقع آپ کی خوابیدہ صلاحیتوں کو سامنے لایا ہے اور اسکی داد نہ دینا ایک حقیقت سے اغماض کے زمرے میں ہی آئے گا۔

میری طرف سے آپ اور آپ کے اعوان و انصار تمام خصوصی تحسین اور مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اور مجھے اپنے دین کی بیش از بیش خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین

فقط والسلام

مختار حسین فاروقی

حال وارد مرکز گڑھی شاہو لاہور

بقیہ: لاہور کا جلسہ عام

رات کے ساڑھے گیارہ بجے تھے جب یہ جلسہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ جلسے کی ابتداء میں یقین نہیں تھا کہ کرسیاں بھی بھر سکیں گی لیکن جب نصف رات کو جلسہ ختم ہوا تو حیرت ہو رہی تھی کہ اتنے سارے لوگ کہاں سے آگئے؟ جلسہ گاہ سے نکل کر لوگ گھروں کو جاتے ہوئے سڑکوں پر پھیل گئے اور میں سوچ رہا تھا کہ اخلاص کی سیاست بلکہ خالصتاً دین کی بنیادوں پر سیاست کرنے والے اگر اسی طرح ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں تو منزل دور نہیں! "تنظیم اسلامی" اپنا فرض ادا کر رہی ہے' کرتی جا رہی ہے ـــــ بغیر کسی صلے کے!

امیر تنظیم اسلامی کے خطاباتِ جمعہ کے

پریس ریلیز

لاہور ۱۳ اکتوبر

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ ہمارا اَن داتا امریکہ بالکل ننگا ہو کر سامنے آگیا ہے اور اُس نے واضح کر دیا ہے کہ اب چپڑی ہوئی اور دو دو والا معاملہ نہیں چلے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ پاکستان اپنے ایٹمی پروگرام پر بھی عمل جاری رکھے اور اُس کی امداد بھی چلتی رہے۔ دوسری طرف بھارت سندھ کی سرحد پر نام نہاد مہاجر کیمپ قائم کر کے بالکل وہی کیفیت پیدا کرنا چاہتا ہے جو اُس نے ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کی سرحد پر پیدا کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ملک کی اندرونی صورت حال بھی انتہائی ہولناک منظر پیش کر رہی ہے۔ میدان سیاست ' میدان جنگ بن گیا ہے۔ عریاں انتقامی کارروائیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ صدر مملکت اور نگران حکومتوں کی غیر جانبداری کا جنازہ نکل چکا ہے۔ جس کے پاس جو اختیار ہے وہ اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے پر تلا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ملک کی قسمت جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے انہیں ملکی اور قومی مفاد سے کوئی دلچسپی نہیں۔ کسی کے دامادوں کا مسئلہ ہے تو کسی کے سسر اور شوہر کی ساکھ خطرے میں ہے۔ تنظیم اسلامی کے امیر نے کہا کہ حالات کا جبر پوری قوم کو تباہی اور بربادی کی طرف دھکیل کر لے جا رہا ہے اور کسی کو حالات پر کوئی اختیار نہیں۔ باغ جناح میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اللہ کی خصوصی مشیت ہی ہمیں تباہی اور بربادی کے غار میں گرنے سے بچا سکتی ہے۔ لیکن اگر ہم نے انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر توبہ کر کے اپنی اصلاح نہ کی تو یہ نئی مہلت کسی زیادہ بڑی سزا اور تباہی کا پیش خیمہ بھی بن سکتی ہے۔ اسلامی انقلاب کے طریق کار کی وضاحت کرتے ہوئے تنظیم اسلامی کے امیر نے کہا کہ اس کے لئے ایک ایسی منظم ' متحد اور ایک قائد کے اشارے پر حرکت کرنے والی جماعت کی ضرورت ہے جس کے سرفروش پولیس کے ساتھ آنکھ مچولی کے بجائے سینے پر گولی کھانے کا عزم لے کر سڑکوں پر آئیں اور منکرات کے خلاف احتجاج میں حکومتی جبر کے سامنے سینہ سپر ہو جائیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی انقلابی جماعت کی جدوجہد میں تخریب کاری ' توڑ پھوڑ اور دوسروں کو نقصان پہنچانے کی کوئی گنجائش نہیں ہو گی۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے کشمیر میں جہاد کے لئے ایک لاکھ نوجوانوں کو تیار کرنے کی بات کی تھی ' اگر وہ

جان دینے کا عزم رکھنے والے پچاس ہزار منظم نوجوانوں کو بھی سڑکوں پر لے آئیں تو اس ملک میں اسلامی انقلاب آسکتا ہے۔ جس کی ایک عملی مثال ایرانی قوم نے پیش کردی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اِس وقت پورے عالم اسلام پر جاگیرداروں' سرمایہ داروں اور لیڈروں کا ایک طبقہ برسرِاقتدار ہے جس کے خلاف ایک زبردست مزاحمتی تحریک منظم کئے بغیر انقلاب نہیں آسکتا۔

(۲)

لاہور ۲۶ اکتوبر

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ الیکشن کے غیر متوقع نتائج کے باوجود کسی منفی ردعمل کا سامنے نہ آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ جمہوری عمل کے تسلسل کی وجہ سے ہمارے رہنماؤں کے مزاج میں اعتدال اور بالغ نظری پیدا ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پوری قوم کو اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ دشمنوں کا کوئی منصوبہ بھی کامیاب نہیں ہوسکا۔ اور ہم الیکشن کی کٹھن منزل سے بخیریت گزر آئے ہیں۔ قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن میں نماز جمعہ کے بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ انتخابی نتائج نے پیپلز پارٹی کو ایک بہت بڑے امتحان سے دوچار کردیا ہے' اب اُسے ثابت کرنا ہوگا کہ وہ واقعی وفاقی سوچ رکھنے والی جمہوری پارٹی ہے اور ایک مثبت اپوزیشن کا کردار ادا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ ماضی میں اقتدار سے محرومی کے بعد گیارہ برس تک زیرِ عتاب رہنے کے باوجود اپنا جماعتی ڈھانچہ برقرار رکھنے پر پیپلز پارٹی کو ہمیشہ ایک سیاسی قوت کے طور پر سراہا گیا ہے' مگر اب اُسے ایم آر ڈی کی تحریک سے بھی زیادہ بڑے چیلنج کا سامنا ہے' جس کا مقابلہ کرنے کے لئے انہیں اپنی جماعتی صفوں کو منظم کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ بے نظیر بھٹو نے انتخابی شکست سے گھبرا کر وفاقیت کی بجائے سندھی قومیت کی تنگنائے میں پناہ لینے کی کوشش کی تو پاکستان کی سیاست میں اُس کا مقام وہی ہوگا جو آج شیخ مجیب الرحمٰن کا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اسلامی جمہوری اتحاد کو ایک ایسی مضبوط قیادت کی ضرورت ہے جو داخلی اور خارجی دونوں محاذوں پر ملک کو درپیش خطرات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ انہوں نے کہا کہ نئی حکومت کو فوری طور پر ایک زبردست مالی بحران کا سامنا کرنا ہوگا کیونکہ ہمارے ان داتا امریکہ کو اب اُس طرح ہماری ضرورت نہیں رہی جس طرح چند سال پہلے تھی۔ تنظیم اسلامی کے امیر نے کہا اپوزیشن میں بیٹھ کر زوردار بیان دینے والوں کو اب اپنے عمل سے بتانا ہوگا کہ وہ کشمیر کا مسئلہ کیسے حل کرتے ہیں اور افغانستان کے جہاد کو کامیابی کی منزل تک کیونکر پہنچاتے ہیں' بہاریوں کو کب لا کر پنجاب میں آباد

کرتے ہیں اور کالاباغ ڈیم کی تعمیر کتنی جلدی شروع کرواتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سب سے بڑا مسئلہ شریعت بل کو اُس کی اصلی صورت میں سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے نمائندوں پر مشتمل اسمبلی کے حلق سے اتروانا ہوگا۔ اگر سود خوروں اور جاگیرداروں کے مفادات کا تحفظ کر کے شریعت بل کے نام سے کوئی قانون منظور کیا گیا تو یہ شریعت سے مذاق ہوگا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اب اسلامی جمہوری اتحاد کے رہنماؤں کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ پیپلز پارٹی کو انتخاب میں شکست دے کر انہوں نے بھٹو ازم کا خاتمہ کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عوام کو جمہوری آزادیاں اور اسلام کی روح کے مطابق معاشی انصاف مہیا کئے بغیر بھٹو ازم کا خاتمہ نہیں کیا جاسکتا' جو سیکولرازم' جمہوریت اور سوشلزم کا ملغوبہ تھا۔

(۳)

لاہور ۲ نومبر

اسلامی جمہوری اتحاد اور اُس کی حلیف جماعتوں کو پارلیمنٹ میں دو تہائی اکثریت حاصل ہے' اب وہ دستور میں حسبِ ضرورت ترمیم کر کے نفاذِ اسلام کی راہ میں حائل تمام دستوری اور قانونی رکاوٹوں کو دور کر سکتے ہیں۔ اِن خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد نے باغ جناح میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ قیام پاکستان کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل پاکستان کو نفاذ اسلام کا تیسرا سنہری موقع دیا ہے۔ پہلا موقع قیام پاکستان کے وقت ملا تھا جسے گنوانے کی سزا پچیس سال بعد سقوط ڈھاکہ کی صورت میں ملی۔ دوسرا موقع ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفٰےؐ کے بعد ملا تھا' اُس وقت ضیاء الحق مرحوم' عمر بن عبدالعزیزؒ کا سا کردار ادا کر سکتے تھے لیکن افسوس کہ وہ اس سعادت سے محروم رہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اُن کے جانشینوں کو نفاذِ اسلام کا تیسرا سنہری موقع عطا کیا ہے' اِس سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنی انتخابی کامیابی کو انقلاب میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے یہ موقع بھی ضائع کر دیا تو انہیں ایک بار پھر پیپلز پارٹی کے ہاتھوں شکست کی ذلت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ پیپلز پارٹی اس ملک کی سیاسی حقیقت ہے' اس جماعت نے اتنی بڑی شکست کے باوجود بحیثیت مجموعی جیتنے والے حریف کے برابر ووٹ لئے ہیں۔ تنظیمِ اسلامی کے امیر نے کہا کہ پیپلز پارٹی کے سیاسی وجود کو ختم کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ نئی حکومت عوام کو وہ سیاسی اور معاشی انصاف مہیا کرے جس کا شعور بھٹو مرحوم نے انہیں دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت اگر اسلام کے عدلِ اجتماعی کو نافذ کرنے میں ناکام رہی

تو پیپلز پارٹی ایک بار پھر اپنے فراموش کردہ روٹی کپڑا اور مکان کے نظریاتی نعروں کے ساتھ پہلے سے بڑی قوت بن کر میدانِ عمل میں نکل آئے گی۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ نئی حکومت بلاشبہ کانٹوں کا تاج ہوگی۔ آنے والے حکمرانوں کو معاشی بحران سمیت داخلی اور خارجی طور پر بہت سی مشکلات کا سامنا ہے لیکن یہ سارے مسائل وقتی اور فوری نوعیت کے ہیں' انہیں اصل میں نفاذِ اسلام کے چیلنج کا سامنا کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی اصل شریعت بل کو پاس کرکے ہی نفاذِ اسلام کا آغاز کر سکتی ہے کیونکہ سینٹ سے منظور شدہ شریعت بل کی دفعہ پندرہ اور سولہ میں اندرونِ ملک اور بیرون ملک سے حاصل کئے گئے پچھلے قرضوں پر حکومت کی طرف سے سود کی ادائیگی کو جو تحفظ دیا گیا ہے وہ نصِ قرانی کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ شریعت بل کی دفعہ چار کی ذیلی دفعہ دس میں ماضی میں کی گئی زیادتیوں کو جو تحفظ دیا گیا ہے اُس کی بھی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اِس لئے بل کو پاس کرتے وقت ان خلافِ شریعت تحفظات کو ختم کرنا ضروری ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ شریعت بل کی منظوری کے بجائے اگر دستور کے رہنما اصولوں میں شامل اِس اصول کو کہ "قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی" قابل عمل شق میں بدل دیا جائے اور وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے مستثنیات کو ختم کردیا جائے تب بھی نفاذِ اسلام کی راہ میں حائل دستوری رکاوٹیں دور ہو سکتی ہیں۔ تنظیم اسلامی کے امیر نے کہا کہ اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت ملی قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کی کڑوی گولی نگل لے تو حقیقت میں ایک اسلامی انقلاب کا آغاز ہو سکتا ہے۔ اگر حکومت سود کی لعنت کو ختم کرنے کا عزم کرلے تو پوری قوم پیٹ پر پتھر باندھ کر اُس کا ساتھ دے گی۔ انہوں نے کہا کہ بڑی طاقتیں اپنی سیاسی مصلحتوں اور مفادات کے تحفظ کے لئے چھوٹے ملکوں کو قرضے دیتی ہیں۔ اگر کوئی مضبوط قیادت ڈٹ کر کھڑی ہو جائے تو قرضے اور سود معاف ہو سکتے ہیں۔ لیکن اِس کے لئے پہلے ہمیں ملک کے اندر سودی نظام کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ ہم اپنے گھر کو سود کے زہر سے پاک کرلیں تو باہر والوں کو بھی ہم سے سود مانگنے کی ہمت نہیں ہوگی۔

قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا • سورۃ التحریم (القرآن) بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے

حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُحَاسَبُوْا الحدیث اپنا محاسبہ خود کرتے رہو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے

Adarts-JOS-1/89R

امیرِ تنظیم کا ۳ روزہ دورہ کوئٹہ

جائزہ و تأثرات

—— مرتّب : سیّد برہان علی ——

امیرِ محترم کی کوئٹہ میں گزشتہ آمد سالِ گزشتہ کے ماہِ نومبر میں ہوئی تھی۔ چنانچہ کوئٹہ کے رفقاء بڑی تشنگی محسوس کر رہے تھے کہ موسم سرما کی آمد سے قبل موجودہ سال میں امیر محترم کا کوئی پروگرام کوئٹہ میں ضرور ہونا چاہئے۔ امیر محترم کی مصروفیات اور خصوصاً بیرونی ممالک کے دوروں کی وجہ سے آپ پر اضافی بار کی وجہ سے ہمت بھی نہیں پڑتی تھی کہ اس امر کا مطالبہ کیا جائے۔ البتہ امیر محترم کو دورہ کوئٹہ کی دعوت دینے کا ایک بہانہ ہمارے پاس موجود تھا اور وہ تھا انجمن خدام القرآن بلوچستان کا پہلا سالانہ اجلاس جو کہ ماہ اکتوبر کے دوران منعقد ہونا تھا۔ خوش قسمتی سے مرکز میں مشاورت کے دوران یہ پالیسی طے کی گئی کہ مختلف شہروں میں جلسۂ عام منعقد کئے جائیں جن میں اسلامی انقلاب کے مراحل اور طریق کے موضوع پر امیر محترم کے بھرپور خطابات ہوں ۔ چنانچہ اس ضمن میں کوئٹہ شہر میں جلسۂ عام کا انعقاد ۱۸ر اکتوبر کو طے پایا۔ اور اِس فیصلہ کی روشنی میں امیر محترم کا دورۂ کوئٹہ ۱۷ر اکتوبر تا ۱۹ر اکتوبر طے پا گیا۔ کوئٹہ کے رفقاء میں اس فیصلہ سے خوشی کی لہر دوڑ گئی اور تمام رفقاء اپنے محترم امیر کی کوئٹہ آمد کے دن انگلیوں پر گننے لگے۔

رفقاء میں جہاں اس فیصلہ سے خوشی کے انتہائی جذبات موجزن تھے وہاں ان کو ایک بڑے چیلنج کا بھی سامنا تھا اور وہ یہ کہ جلسوں کے انعقاد کے سلسلہ میں انہیں کوئی تجربات حاصل نہ تھے۔ لیکن بس ایک لگن تھی کہ ہم نے بہرصورت اس پروگرام کو کامیاب بنانا ہے۔ چنانچہ فوری طور پر اس مقصد کے لئے مولانا عصمت اللہ صاحب کی سرکردگی میں ایک کمیٹی تشکیل دے دی گئی جس کو اس تمام کام کے لئے منصوبہ بندی کرنا تھی اور تمام انتظامات کو عملی شکل دینا تھی۔ سب سے پہلے ڈپٹی کمشنر کوئٹہ سے تحریری طور پر صادق شہید پارک میں ۱۸ر اکتوبر کو جلسہ کرنے کی اجازت حاصل کر لی گئی۔ جلسے کی تشہیر کے ضمن میں مرکز سے ایک ہزار پوسٹر اور آٹھ ہزار ہینڈ بلز چھپوا کر منگوائے گئے۔ نیز شہر میں مختلف مقامات پر آویزاں کرنے کے لئے چھ بڑے سائز کے بینرز بھی لکھوائے گئے۔

۱۳ر اکتوبر بروز جمعہ مسجدوں میں ہینڈ بلز کی دو تہائی تعداد کی تقسیم کی گئی۔ پیر کی شب پوسٹر لگانے کی مہم شروع ہوئی۔ چونکہ انتخابی مہم زور و شور سے شروع ہو چکی تھی جس کی وجہ سے دیواروں پر اشتہارات کی بھرمار تھی لہٰذا ہمیں اپنے پوسٹر لگانے کے لئے جگہ دستیاب نہیں تھی۔ اس ضمن میں یہ پالیسی پہلے سے طے کرلی گئی تھی کہ نہ تو کسی انتخابی امیدوار کے پوسٹر پر اپنا پوسٹر لگانا ہے نہ ہی دکانوں یا دیگر پبلسٹی بورڈوں پر اپنے پوسٹر لگا کر اخلاقی جرم کا ارتکاب کرنا ہے۔ لہٰذا بڑی دشواری کا سامنا تھا۔ بہرحال مناسب مقامات پر رات ڈیڑھ بجے تک پوسٹروں کی نصف تعداد لگائی جا سکی۔ منگل کی رات شہر کے اہم مقامات پر بینرز آویزاں کئے گئے اور بقیہ پوسٹر لگائے گئے۔ بچے ہوئے ہینڈ بلز کی کچھ تعداد لوگوں سے ذاتی رابطے کر کے دکانوں اور بڑے بڑے چوکوں پر تقسیم کی گئی۔ بدھ کے روز صبح اور شام دو قسطوں میں رفقاء نے پلے کارڈز جن پر مختلف دعوتی عبارات تحریر تھیں اور امیر محترم کے دورہ اور جلسۂ عام کا پروگرام درج تھا شہر کی بڑی بڑی سڑکوں پر گھمائے اور اس دوران مزید ہینڈ بلز تقسیم کئے۔ بدھ اور جمعرات کے روز بارہ بجے تک بذریعہ لاؤڈ سپیکر پورے شہر میں جلسہ کی تشہیر بذریعہ اعلانات کی گئی۔ غرضیکہ جو بھی ذریعہ ہو سکتا تھا اس کا بھرپور استعمال کیا گیا۔ اخبارات میں یکم اکتوبر سے ہی پریس ریلیز دینے شروع کر دیئے تھے۔

درمیان میں ایک بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ جمہوری وطن پارٹی اور آئی جے آئی نے اپنے مشترکہ انتخابی جلسہ کا اعلان اسی تاریخ کو اسی وقت اور اسی جگہ بذریعہ اخبارات کر دیا جس سے نواز شریف صاحب کو بھی خطاب کرنا تھا۔ اس اعلان نے تمام رفقاء کو بڑی پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ اس اعلان کے بعد ڈپٹی کمشنر صاحب نے محترم راشد گنگوہی صاحب کو طلب کیا اور گفتگو کی۔ گنگوہی صاحب نے انہیں بتایا کہ ہماری تمام پبلسٹی ہو چکی ہے لہٰذا ہمیں تو ہر حال میں جلسہ کرنا ہے۔ چنانچہ ڈی سی صاحب نے ازراہ کرم اصولوں کی بنیاد پر فیصلہ کیا کہ چونکہ پہلے آپ کو اجازت دی گئی ہے لہٰذا مذکورہ مقام پر آپ ہی کا جلسہ ہو گا۔ چنانچہ نصف پریشانی تو رفع ہو گئی۔ البتہ نصف باقی تھی اور وہ یہ کہ اسی وقت جب آئی جے آئی اور جمہوری وطن پارٹی کا جلسہ ہو رہا ہو گا تو ہمارے جلسہ میں کون آئے گا۔ بہرحال اس ضمن میں کیا کیا جا سکتا تھا سوائے اس کے کہ بس اللہ پر توکّل کیا جائے۔

اس سلسلہ میں یہ ہماری خوش قسمتی رہی کہ جناب میاں محمد نعیم صاحب ۱۴ر اکتوبر کو اور جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب ۱۶ر اکتوبر کو کوئٹہ پہنچ گئے جنہوں نے قبل از وقت تمام انتظامات کا جائزہ بھی لے لیا اور اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ دونوں حضرات ہمارے رفقاء کی محنت اور کام سے مطمئن بھی نظر آئے۔ بہرحال طے شدہ پروگرام کے مطابق ۱۷ر اکتوبر بروز بدھ بوقت تین بجے سہ

پھر امیر محترم کوئٹہ پہنچ گئے۔ ایر پورٹ پر محترم راشد گنگوہی صاحب و راقم الحروف کے علاوہ جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب، میاں محمد نعیم صاحب، اکرام الحق صاحب اور سلطان محمود صاحب جو کہ ہمارے ایک پرانے رفیق ہیں لیکن عرصہ دراز سے غیر فعال ہیں، امیر محترم کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ ایر پورٹ سے امیر محترم ہوٹل شیٹ تشریف لائے جہاں اُن کے قیام کا بندوبست کیا گیا تھا۔ مغرب تک امیر محترم نے آرام کیا۔ نماز مغرب کے بعد رفقاء سے ملاقات طے تھی۔ تمام رفقاء محترم محمد امین صاحب کے ہاں جمع تھے۔ امیر محترم نے پروگرام کے مطابق تمام رفقاء سے ملاقات کی۔ سب کا حال احوال دریافت فرمایا نیز تنظیمی و دیگر امور پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔ اسی دوران آئی جے آئی کے جلسہ کی وجہ سے پیدا شدہ صورت حال پر مشورے ہوئے۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ جمعہ کے خطاب کا اہتمام ضرور ہونا چاہئے تاکہ انتخابی جلسوں کی وجہ سے اگر ہمارا جلسہ متأثر ہوا تو ہماری بات جمعہ کی تقریر کے حوالہ سے لوگوں تک پہنچ جائے۔ چنانچہ ہنگامی بنیادوں پر فوری طور پر خطابِ جمعہ کے اعلان پر مشتمل ہینڈ بلز کی طباعت کرائی گئی جن کو اگلے روز جلسہ عام کے شرکاء، مساجد اور شہر کے دیگر علاقوں میں تقسیم کیا گیا۔

اگلے روز یعنی ۱۸ر اکتوبر کو صبح کے وقت کوئی پروگرام طے نہیں تھا۔ امیر محترم اپنی قیام گاہ پر مقیم رہے۔ اس دوران تمام رفقاء مع ناظم اعلیٰ جناب عبدالخالق صاحب جلسہ گاہ کے انتظامات میں مصروف رہے۔ سٹیج تیار کیا گیا، کرسیاں لگائی گئیں، دریاں بچھائی گئیں۔ دو بجے تک الحمدللہ کہ تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ ناظم اعلیٰ لاہور سے کچھ بینرز اپنے ہمراہ لائے تھے جن کو جلسہ گاہ میں خوبصورتی کے ساتھ لگایا گیا تھا۔ مختلف سمتوں میں لاؤڈ سپیکر نصب کئے گئے تھے نیز جلسہ گاہ سے متصل ایک بڑا مکتبہ بھی لگایا گیا تھا۔ جلسہ اپنے مقررہ وقت پر شروع ہوا۔ قاری شاہد اسلام بٹ صاحب نے تلاوت کلام پاک سے کارروائی کا آغاز کیا اور سٹیج سیکرٹری کے فرائض بھی انجام دیئے۔ بعد ازاں تنظیم اسلامی کوئٹہ کے امیر جناب راشد گنگوہی صاحب نے نہایت عمدہ اور مؤثر انداز میں تنظیم اسلامی کا تعارف شرکاء جلسہ کے سامنے پیش کیا۔ سوا تین بجے امیر محترم نے "پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا مصطفوی طریق" کے موضوع پر اپنی مدلّل تقریر کا آغاز فرمایا۔ سامعین نے بڑی دلچسپی و دلجمعی اور پورے اطمینان سے امیر محترم کو سنا۔ تقریر کے دوران قریبی مسجد سے نماز عصر کی اذان شروع ہو گئی تو امیر محترم نے اذان کے دوران تقریر روک دی اور اعلان فرمایا کہ جلسہ کی کارروائی چونکہ نماز سے قبل ختم کر دی جائے گی تاکہ نماز باجماعت ادا کی جا سکے، لہٰذا موضوع کے آخری حصہ کی تکمیل اگلے روز جمعہ کے خطاب کے دوران کی جائے گی۔ یوں یہ جلسہ تقریباً پونے پانچ بجے بخیرو

خوبی اختتام کو پہنچا۔ جلسہ گاہ میں تین سو کرسیاں لگائی گئی تھیں جو تمام پُر ہو گئی تھیں۔ کہنے کو یہ ایک مختصر جلسہ تھا لیکن جس انتخابی ہنگامہ آرائی اور ناسامد حالات میں یہ جلسہ منعقد ہوا تو ایسے میں اتنی حاضری کو بھی ہم اللہ کریم کی مدد اور اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں۔

تیسرے دن ۱۹؍ اکتوبر کو پروگرام کے مطابق امیر محترم کا مسجد طوبیٰ میں نماز جمعہ سے قبل خطاب طے تھا۔ چنانچہ تقریباً بارہ بج کر پچیس منٹ پر امیر محترم نے اپنی تقریر کا آغاز فرمایا جس میں اسلامی انقلاب کے مراحل بیان فرمائے اور گزشتہ روز جلسۂ عام میں جو موضوع تشنہ رہ گیا تھا اُس کی بھی تکمیل کی۔ حاضرین کی کافی تعداد امیر محترم کو سننے کے لئے بروقت مسجد طوبیٰ پہنچ گئی تھی۔ مسجد اور اُس کا اوپری ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ لوگوں کی ایک معتد بہ تعداد نے اندر جگہ نہ ملنے کی وجہ سے باہر سڑک پر نماز ادا کی۔ یہاں بھی مکتبہ لگایا گیا تھا۔

اِسی روز شام پانچ بجے انجمن خدام القرآن بلوچستان کا پہلا سالانہ اجلاس ہوٹل شیٹ میں منعقد ہوا۔ قاری شاہد اسلام بٹ صاحب کی تلاوت سے کارروائی کا آغاز ہوا۔ بعد ازاں راقم الحروف نے بحیثیت معتمد عمومی انجمن کی سال گزشتہ کی کارروائی پیش کی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ کچھ تجاویز پیش کیں نیز انجمن کے دستور میں دو ترمیمات پیش کیں جن میں قابل ذکر انجمن کے عہدیداران میں نائب صدر کے عہدہ کا اضافہ تھا جس کی ضرورت کچھ ناگزیر وجوہات کی بنا پر محسوس کی جا رہی تھی۔ اراکین جنرل باڈی نے ان تجاویز و ترمیمات کی منظوری دی۔ بعد ازاں انجمن کے صدر مؤسّس نے جن کی زیر صدارت یہ اجلاس منعقد کیا گیا تھا' نصف گھنٹہ کا خطاب فرمایا جس میں دیگر انجمنوں کے مقابلہ میں صدر مؤسّس نے بلوچستان کی انجمن کی کارکردگی پر کسی قدر عدم اطمینان کا اظہار فرمایا۔ خصوصاً اس حوالہ سے کہ ایک سال کے اندر انجمن کوئی زمین حاصل نہ کر سکی۔ یہ جنرل باڈی میٹنگ تھی اور اس میں ایک سال کے لئے مجلس منتظمہ کے اراکین کا انتخاب بھی ہونا تھا۔ امیر محترم نے اراکین کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ چونکہ ابھی انجمن نئی ہے اور اس لحاظ سے موجودہ مجلس منتظمہ کی کارکردگی بھی تسلی بخش ہے لہٰذا موجودہ سال میں اس مجلس منتظمہ کو ہی برقرار رکھا جائے۔ تمام اراکین نے اس کی منظوری دی۔ صدر مؤسّس نے راقم الحروف کو نائب صدر کے عہدہ پر اور قاری شاہد اسلام بٹ صاحب کو بحیثیت معتمد عمومی نامزد فرمایا۔ انجمن بلوچستان کے صدر جو ہمارے تنظیمی رفیق بھی ہیں اپنی اہلیہ محترمہ کے کراچی میں انتقال کر جانے کی وجہ سے اس اجلاس میں شریک نہ ہو سکے۔ راقم الحروف نے معزز اراکین کے سامنے قرارداد تعزیت پیش کی۔ نیز صدر مؤسّس سے خصوصی طور پر مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کی۔ جناب صدر نے دعا

فرمائی اور اس طرح یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ آخر میں مہمانوں کی چائے سے تواضع کی گئی۔ اس پروگرام میں انجمن کے تمام اراکین کو جن کی تعداد ۸۳ ہے 'مدعو کیا گیا تھا جس میں سے تقریباً پچاس اراکین نے شرکت فرمائی۔ مغرب کی نماز باجماعت ہوٹل میں ہی ادا کی گئی 'چونکہ آخری پروگرام سوال و جواب کی خصوصی نشست کی صورت میں اسی ہوٹل میں منعقد ہونا تھا۔

نماز مغرب کے بعد ساڑھے چھ بجے اس نشست کی کارروائی شروع ہوئی۔ یہ ایک بھرپور نشست تھی جس میں تقریباً ایک سو افراد نے شرکت کی۔ سوالات تحریری طور پر ہوئے اور بڑے بھرپور انداز میں ہوئے۔ امیر محترم نے مفصّل طور پر جوابات عنایت فرمائے۔ اور کچھ باتیں جو جلسۂ عام یا خطاب جمعہ کے دوران تشنہ رہ گئی تھیں بڑی وضاحت کے ساتھ سامنے آئیں۔ اس نشست کے شرکاء کے تاثرات یہ تھے کہ اُن کے اشکالات کافی حد تک رفع ہوئے ہیں۔ یہ نشست سوا آٹھ بجے اختتام پذیر ہوئی۔ اسی قسم کی ایک محدود نشست گزشتہ شب کوئٹہ کی تنظیم کے امیر جناب راشد گنگوہی صاحب کے گھر پر بھی منعقد ہوئی تھی جس میں گنگوہی صاحب نے اپنے پندرہ سولہ احباب کو مدعو کیا تھا جس میں شرکاء نے امیر محترم کے ساتھ باہمی دلچسپی کے موضوعات پر گفتگو کی۔

اگلے روز ۳۰ر اکتوبر کو امیر محترم اپنے دورۂ کوئٹہ کے اختتام پر صبح دس بجے عازم لاہور ہوگئے۔ کچھ رفقاء ملاقات کے لئے صبح ہی ہوٹل پہنچ گئے تھے۔ راقم الحروف کے علاوہ جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب' جناب راشد گنگوہی صاحب جناب اکرام الحق صاحب اور جناب سلطان محمود صاحب نے ایرپورٹ پر امیر محترم کو رخصت کیا اور خدا حافظ کہا۔ جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب اسی شام بذریعہ اباسین ایکسپریس سکھر کے لئے روانہ ہوئے۔

تنظیم اسلامی کوئٹہ کے رفقاء کی جماعت اگرچہ ایک چھوٹی سی جماعت ہے تاہم اللہ کی تائید و توفیق سے ان مٹھی بھر رفقاء نے اس دورہ کے لئے انتہائی جانفشانی سے کام کیا۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے اُن کی محنت کو بھی قبول فرمایا اور اُن کی دعاؤں کو بھی سن لیا اور اُن کی جدوجہد اور کوششوں کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ یقیناً اس پورے پروگرام کی کامیابی کا سہرا انہی کے سر ہے۔ مزید بر آں اس دورہ سے اُن کا جمود بھی ٹوٹا اور اُن کے اندر جذبہ مزید پروان چڑھا۔ ابھی کام ختم نہیں ہوا بلکہ ؎ "وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے" کے مصداق شرکاءِ جلسہ اور خصوصی نشست سوال و جواب کے حوالہ سے بہت سے احباب کے پتے ہمارے پاس آ گئے ہیں جن کے ساتھ انشاء اللہ عنقریب ذاتی رابطوں کا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔

بڑی زیادتی ہوگی کہ اگر رفیق محترم جناب سلطان محمود کا شکریہ ادا نہ کیا جائے کہ انہوں نے اپنی کاروباری مصروفیات کو تج کر اپنا قیمتی وقت اور اپنی ذاتی گاڑی ان دنوں امیر محترم کی خدمت کے لیے وقف کئے رکھی۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کے اجر سے اُن کو نوازے۔ آمین۔ اس ضمن میں ہماری شدید خواہش اور تمنا ہے کہ اللہ کریم انہیں اقامتِ دین کی جدوجہد کی راہ میں پھر سے فعال بنا دے تاکہ ایک کھویا اور بچھڑا ہوا اہل اور تعلیم یافتہ ساتھی دوبارہ ہم سے آملے۔

حلقہ وسطی پنجاب کے ماہانہ دعوتی پروگرام کی رپورٹ

حلقہ وسطی پنجاب کے ماہانہ دعوتی پروگرام کے لئے اس مرتبہ تنظیم اسلامی فیروزوالہ کی حدود کا تعین ہوا۔ پروگرام کے مطابق ناظمِ حلقہ جناب شمس الحق اعوان صاحب مورخہ 90-10-16 بعد نماز مغرب فیروزوالہ میں تشریف لے آئے۔ تنظیم اسلامی فیروزوالہ کے دفتر میں ایک اجلاس ہوا۔ جس میں ناظم حلقہ وسطی پنجاب' امیر تنظیم اسلامی فیروزوالہ معہ ناظم' ناظم بیت المال' نقباء اور بعض رفقاء نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں آئندہ دو روزہ پروگراموں کے بارے میں مشورہ ہوا۔ اور تفاصیل طے کی گئیں۔

پروگرام کے مطابق مورخہ ۹۰-۱۰-۱۷ کو گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج شاہدرہ کے باہر صبح آٹھ بجے ایک کیمپ نصب کیا گیا۔ جہاں سے کالج کے طلبہ میں تنظیم اسلامی کا لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ جس میں اسلام کے نفاذ کے ضمن میں انتخابی سیاست کے طریق کار اور انقلابی جدوجہد کے طریق کار کے موازنے پر مشتمل حال ہی میں شائع شدہ دو ورقہ اور تنظیم اسلامی کے تعارف اور اسلام کے انقلابی منشور پر مشتمل پمفلٹ شامل تھا۔

دورانِ تقسیم لٹریچر طلباء نے کیمپ پر موجود رفقاء سے رابطہ بھی کیا۔ تاہم ۱۰ بجے کے قریب کالج کی طلبہ تنظیم ایم ایس ایف کے کچھ طلبہ کیمپ پر آئے اور نہایت درشت لہجے میں کیمپ کو ہٹانے کے لئے کہا۔ افہام و تفہیم کی بہت کوشش کی لیکن سود مند ثابت نہ ہو سکی۔ چنانچہ کیمپ کو وہاں سے ہٹا دیا گیا تاکہ کسی ہنگامہ میں نہ الجھا جائے۔ البتہ لٹریچر کی تقسیم جاری رہی۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد رفقاء ایک رفیق اقبال حسین صاحب کے گھر جمع ہوئے اور مزید مشورہ کے بعد دعوتی پروگرام کا آغاز کر دیا گیا۔ مرکز تنظیم اسلامی کی طرف سے مہیا کردہ گاڑی پر نصب شدہ سپیکر کے ذریعے شاہدرہ کے کچھ علاقہ میں بعد نماز عشاء منعقد ہونے والے اجتماع عام کی اناؤنسمنٹ کی گئی۔

جی ٹی روڈ پر دوکانداروں کو خصوصی دعوت نامے تقسیم کئے گئے اور لوگوں سے ذاتی ملاقات کر کے انہیں شرکت کی دعوت دی گئی۔ بعد نماز عشاء اجتماع عام منعقد ہوا۔ جس میں حاضرین کی تعداد تقریباً ۶۰ تھی۔ کاروائی کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد دو نعتیں پڑھی گئیں۔ پھر نعیم اختر عدنان صاحب نے "نبی اکرمؐ کا مقصد بعثت" کے عنوان پر اور بعد میں جناب شمس الحق اعوان صاحب نے "طریقِ انقلاب از سیرتِ رسولؐ" پر خطاب کیا۔ حاضرین نے پوری توجہ اور دلجمعی سے گفتگو کو سنا۔

۱۸ اکتوبر کو صبح آٹھ بجے طے شدہ پروگرام کے مطابق تنظیم کے رفقاء گورنمنٹ ایم۔ پی۔ ای ہائی سکول پہنچ گئے۔ وہاں جناب مختار حسین فاروقی صاحب نے اسکول اسمبلی میں طلبہ اور اساتذہ سے "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" کے موضوع پر خطاب کیا۔ طلبہ اور اساتذہ نے دلچسپی اور انہماک سے اس خطاب کو سنا۔ اس کے بعد ہائی کلاس کے طلبہ کو اور اساتذہ میں لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ طلبہ کو "قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں" اور اساتذہ کو "فرائضِ دینی کا جامع تصور" نامی کتابچے پیش کئے گئے۔

وہاں سے واپسی پر طے پایا کہ ظہر تک ایسے رفقاء سے ملاقات کی جائے جو کسی وجہ سے نظم کی پابندی میں سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اِس کے علاوہ ایسے لوگوں سے بھی ملاقات کی جائے جو تنظیم کے فکر سے متفق ہیں۔ وقت کی کمی کے باعث زیادہ افراد سے ملاقات نہ ہو سکی۔ البتہ جتنے رفقاء یا افراد سے بھی ملاقات ہوئی وہ کافی مفید رہی۔ اس کے بعد رچنا ٹاؤن، کالج روڈ پر جلسہ عام کے لئے اناؤنسمنٹ نماز ظہر تا مغرب جاری رہی۔ جس میں شرکت کے لئے لوگوں کو خصوصی دعوت نامے بھی دیئے گئے۔ بعد نماز عشاء جلسہ کی کاروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ اور پھر اسٹیج سیکرٹری نے تنظیم کا مختصر تعارف کروایا۔ جناب شمس الحق اعوان صاحب نے "مسلمانوں کی دینی ذمہ داریاں" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اور آخر میں جناب نعیم اختر عدنان صاحب نے "طریق انقلاب اور اس کے مراحل" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ یہ جلسہ تقریباً دو گھنٹے جاری رہا۔

اس دو روزہ پروگرام میں مرکز کی جانب سے بھرپور تعاون کیا گیا۔ دو دن تک مرکز کی گاڑی معہ سپیکر ہمارے ہاں موجود رہی جو واقعتاً بہت مفید ثابت ہوئی۔ جس کے لئے ہم جناب چوہدری غلام محمد صاحب کے بہت مشکور ہیں۔

اس پروگرام میں رفقاء کا جوش و جذبہ قابل رشک تھا۔ اور رفقاء کی پوشیدہ صلاحیتیں واضح ہوئیں۔ امید ہے جو آئندہ چل کر مزید نکھر کر سامنے آئیں گی اور مفید ثابت ہوں گی۔

HOUSE OF QUALITY BEARINGS

KHALID TRADERS

IMPORTER, INDENTOR, STOCKIST, SUPPLIER,
OF ALL KINDS OF BALL, ROLLER & TAPER BEARINGS

WE HAVE :
- BEARINGS FOR ALL INDUSTRIES & MARINE ENGINES.
- AUTOMOTIVE BEARINGS FOR CARS & TRUCKS.
- BEARINGS UNIT FOR ALL INDUSTRIAL USES.
- MINIATURE & MICRO BEARINGS FOR ELECTRICAL INSTRUMENTS.

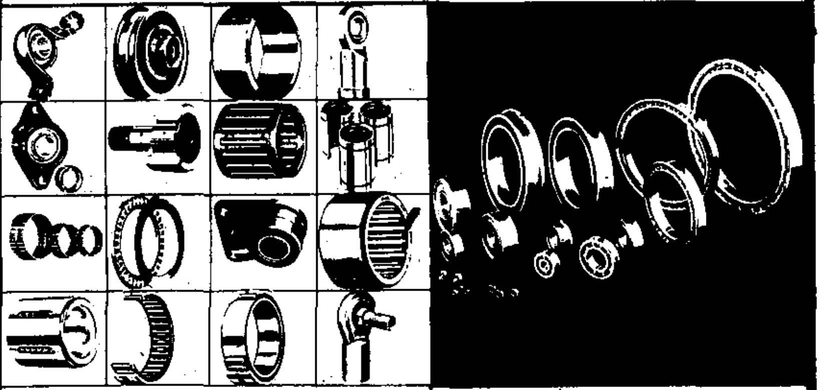

INA PRODUCTS

DISTRIBUTOR

ROD KBC EZO

EZO HIGH PRECISION

MINIATURE BEARINGS
EXTRA THIN TYPE BEARINGS
FLANGED BEARINGS
BORE DIA .1 mm TO 75 mm

STOCKIST

TR NACHI Koyo NSK INA SKF NTN

CONTACT : TEL. 732952 - 735883 - 730595
G.P.O BOX NO.1178.OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI - PAKISTAN
TELEX: 24824 TARIQPK. CABLE: DIMAND BALL.

اسلامی نظام کے قیام کے عظیم مقصد

کے نقطۂ نظر سے

انتخابی کشمکش اور انقلابی جدوجہد

کا تقابلی مطالعہ اور میزانیۂ نفع و نقصان

شائع کردہ

مرکزی شعبۂ نشر و اشاعت تنظیمِ اسلامی پاکستان

۶۷-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور (فون : ۳۰۵۱۱۰)

تنظیمِ اسلامی پاکستان، سلطنتِ خداداد پاکستان کی بقا اور سالمیت کے لیے دستور اور قانون کی بالادستی اور جمہوری، سیاسی اور انتخابی عمل کے تسلسل کو لازم اور ناگزیر سمجھتی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی اس امر کی بھی شدت سے قائل ہے کہ یہاں اسلامی نظام کا قیام انتخابات کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لیے منکرات و فواحش، اور ظلم و استحصال کے خلاف ایک منظم مطالباتی اور مظاہراتی جدوجہد لازمی ہے، جس میں وہ لوگ اپنی جان و مال کا نذرانہ پیش کر کے انقلاب برپا کرنے کی کوشش کریں جو پہلے خود اپنی ذات اور اپنے دائرۂ اختیار کے اندر احکامِ شریعت کو نافذ کر چکے ہوں۔ اندرونی صفحات میں ان حضرات کے غور و فکر کے لیے انتخابی سیاست اور انقلابی جدوجہد کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے جو اس مغالطے میں مبتلا ہیں کہ انتخابی عمل کے ذریعے اسلامی نظام قائم کیا جا سکتا ہے ــــــ واضح رہے کہ ہمیں اُن کے خلوصِ نیت پر ہرگز کوئی شک نہیں ہے، لیکن ہمارے نزدیک نصح و خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ ان کی غلط فہمی کے ازالے کی کوشش کی جائے ــــــ وَمَا علینا اِلَّا البلاغ!

انتخابی سیاست بمقابلہ انقلابی جدّوجہد

اہداف و امکانات

انتخابی سیاست

- اصلاً حکومت چلانے والے ہاتھوں کی تبدیلی
- نظام میں صرف سطحی اور جزوی اصلاح کا امکان

انقلابی جدّوجہد

- سماجی ' سیاسی اور معاشی تمام سطحوں پر ظلم اور استحصال کا مکمل خاتمہ
- اسلام کے کامل نظامِ عدلِ اجتماعی کا قیام و نفاذ!

طریقِ کار اور لازمی تقاضے

انتخابی سیاست

- ساری بحث وقتی مسائل کے بارے میں
- اصل زور نعروں پر
- صرف اسلام پسندی پر اکتفا
- اصلاحِ عقائد غیر ضروری ' بلکہ مُضر
- تعمیرِ سیرت وقت کا ضیاع
- ڈھیلی ڈھالی رکنیت سازی
- ذاتی و جماعتی پبلسٹی اور نمود و نمائش
- سارا زور دنیوی بہبود اور اس کے ضمن میں آسمان اور زمین کے قلابے ملانے پر!
- علاقائی ' گروہی اور طبقاتی مفادات کی دُہائی!
- عوام سے ووٹوں کی بھیک مانگنا اور دھن ' دھونس اور دھاندلی کا بھرپور استعمال

انقلابی جدّوجہد

- ماضی ' حال ' اور مستقبل کا گہرا شعور
- اصل توجہ سوچ کی تبدیلی پر
- احکامِ شریعت کی پابندی لازم
- تصحیحِ عقائد نہایت ضروری
- تعمیرِ سیرت کامیابی کی لازمی شرط
- سمع و طاعت پر مبنی مضبوط تنظیم
- للّٰہیت ' اور نیکی کر دریا میں ڈال کا طرزِ عمل
- دنیا میں امن و چین اور عدل و انصاف کے ساتھ ساتھ اصل زور آخرت کی نجات پر!
- پوری نوعِ انسانی اور بالخصوص امتِ مسلمہ کی خیرخواہی
- منکرات کے خلاف جہاد اور استحصالی ہتھکنڈوں کے خلاف پرامن اور منظم مظاہرے!

کامیابی کے بنیادی لوازم

انتخابی سیاست

- محض عددی اکثریت ' خواہ بے شعور بلکہ فاسق و فاجر لوگوں پر مشتمل ہو!
- عوام کی پسند و ناپسند ہمیشہ مقدّم!
- سکّۂ رائج الوقت یعنی پیسہ ' برادری ' اور سرمایہ داری ' جاگیرداری ' قبائلی سرداری اور مزاروں کی سجادہ نشینی پر مبنی دنیوی وجاہت کی مناسب پذیرائی!

انقلابی جدّوجہد

- تربیت یافتہ ' منظم اور ایثار پیشہ لوگ خواہ قلیل اقلیت ہی میں ہوں
- ہر موقع پر صرف اللہ اور رسولؐ کی پسند و ناپسند کا لحاظ!
- اصل اہمیت اور قدر و منزلت کا معیار ایمان کی پختگی ' اللہ اور رسولؐ کی سچی وفاداری ' جانی و مالی قربانی ' اور جوشِ جہاد و ذوقِ شہادت!

○ رشوت، جوڑ توڑ اور ضمیر کے سودے

○ بے اصول اور انمل بے جوڑ اتحاد، جن میں قیادت کی رسہ کشی لازم!

○ اللہ کے ہاتھ جان اور مال کی "بیع" یعنی فروخت

○ ایک امیر کی "بیعت" پر مبنی "حزب اللہ" کا قیام!

نتائج اور میزانیۂ نفع ونقصان

○ مذہبی جماعتوں کا باہمی تصادم، اور فرقہ واریت کا فروغ

○ اسلام پسند ووٹروں کی تقسیم، اور الحادی قوتوں کی بالواسطہ تقویت اور ان کی کامیابی کا سبب!

○ عوام الناس کی مذہبی جماعتوں سے بیزاری اور ملک و ملت کے مستقبل سے ناامیدی!

○ ہر مکتب فکر کے مخلص 'سرفروشوں' کے اتحاد سے فرقہ واریت کی نفی!

○ انقلابی لوگ خود امیدوار نہ ہونے کے باعث ووٹوں کی تقسیم کے الزام سے بری اور انتخابات میں مذہبی جماعتوں کی بالواسطہ تقویت کا ذریعہ

○ دین اور رجالِ دین پر عوامی اعتماد کی بحالی، اور اقامتِ دین کی جدوجہد میں شمولیت پر آمادگی

پاکستان کی چوالیس[۴۴] سالہ تاریخ کی گواہی

○ انتخابات کے میدان میں مذہبی عناصر ہمیشہ باہم متصادم —— اور مختلف سیکولر جماعتوں کا ضمیمہ بنے —— اور نتیجۃً غیر مؤثر رہے!

○ اکثر و بیشتر طالع آزما اور اقتدار کے حریص لوگ ہی آگے آتے رہے —— اور معاشرے میں سرمایہ پرستی، کرپشن اور لوٹ کھسوٹ ہی کو فروغ حاصل ہوتا رہا۔

○ مطالباتی اور مظاہراتی مہموں کی قیادت ہمیشہ رجالِ دین کے پاس رہی اور کامیابی نے بھی ہمیشہ قدم چومے (مثالیں: مطالبۂ قراردادِ مقاصد، تحریک ختم نبوت ۷۴ء وغیرہ)

○ مطالباتی اور مظاہراتی مہموں کے دوران مخلص اور ایثار پیشہ کارکنوں کے جوہر نمایاں ہوئے —— یہ دوسری بات ہے کہ بعد میں انتخابی سیاست نے انہیں پھر پیچھے دھکیل دیا۔

حاصلِ کلام

کم از کم اسلامی نظام کے قیام کے اعتبار سے انتخابی سیاست پر علامہ اقبال کی یہ پھبتی صد فیصد چسپاں ہوتی ہے کہ ؎

الیکشن، ممبری، کرسی، صدارت
بنائے خوب آزادی نے پھندے
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

کاش کہ جملہ مذہبی جماعتیں علامہ اقبال کے بقول "اپنے عمل کا حساب" کر سکیں، اور یہ جان لیں کہ اسلام کے مکمل نظام کا قیام انقلابی جدوجہد کا متقاضی ہے:

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب
جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات، کشمکشِ انقلاب

فاعتبروا یا اولی الابصار!

۵۷-۱۹۵۶ء میں جماعتِ اسلامی میں پالیسی اور نظمِ جماعت کے بارے میں جو شدید اختلاف رونما ہوا تھا، جس کے نتیجے میں ڈاکٹر اسرار احمد سمیت بہت سے عام ارکان اور مولانا عبدالجبّار غازیؒ، مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا عبدالغفار حسنؔ اور شیخ سلطان احمد ایسے اکابر سمیت جماعت کی قیادت کی پوری صفِ دوم جماعت سے علیحدہ ہو گئی تھی، اس کے

حقائق و واقعات

پر مشتمل **ڈاکٹر اسرار احمد** کی اہم تالیف

تاریخ جماعتِ اسلامی
کا ایک گمشدہ باب

شائع ہو گئی ہے۔ بڑے سائز کے ۳۲۸ صفحات سفید کاغذ — مضبوط لیمینٹڈ جلد، قیمت -/۸۰

(نوٹ: وی پی صرف محصول ڈاک کے ٹکٹ مالیتی -/۱۰ وصول ہونے پر کی جائیگی)

ملنے کا پتہ: مرکزی دفتر **تنظیمِ اسلامی** ۶۷۔ اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو۔ لاہور

نوٹ: قارئین 'میثاق' یہ کتاب ماہنامہ میثاق کے مرکزی دفتر ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور کے علاوہ پاکستان کے مختلف شہروں میں قائم انجمن اور تنظیم کے مقامی دفاتر سے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

ہم مغرب سے مقابلہ کرتے ہیں

....اور اُن ہی کی سرزمین پر!

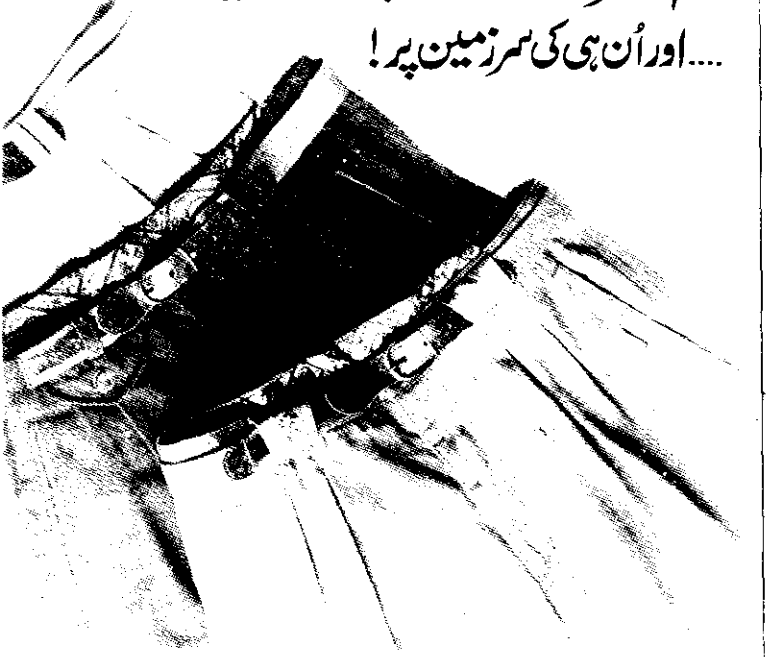

ہم اپنے گارمنٹس بیڈلینن اور ٹیکسٹائل کی دیگر مصنوعات مغربی ممالک، اسکینڈی نیوین ممالک، شمالی امریکہ، روس اور مشرقِ وسطیٰ کے ملکوں کو برآمد کرتے ہیں اور ہماری برآمدات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے لیکن بیرونی منڈیوں میں اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لئے ہمیں انتھک محنت کرکے اپنی فنی مہارت اور معلومات میں مستقل اضافہ کرتے رہنا پڑتا ہے۔ ایسی محنت جو ہمیں رُک کر دم نہیں لینے دیتی ایسی محنت جو ہماری کارکردگی کے معیار کو اور بلند کرتی ہے، ایسی محنت جو کوالٹی، ڈیزائن اور پابندیٔ وقت کے سلسلے میں کرم فرماؤں کے مطالبات اطمینان بخش طریقے پر پورا کرنے کا ہمیں اہل بناتی ہے۔

Made in Pakistan
Registered Trade Mark

Jawad

جہاں شرط مہارت
وہاں جیت ہماری

معیاری گارمنٹس تیار کرنے اور برآمد کرنے والے

الیسوسی ایٹڈ انڈسٹریز (گارمنٹس) پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ

IV/C/3-A ناظم آباد کراچی - 18 - پاکستان - فون 610220-616018-628209

کیبل "JAWADSONS" ٹیلیکس 24555 JAWAD PK فیکس (92-21) 610522

MONTHLY
Meesaq
LAHORE

Regd.L.No 7360
VOL. 39 NO.۱۱
NOVEMBER 1990

QD – 6